Globethics Repository

Sirat al-rasul (PART 2)

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Manshurat Minhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-06-28 21:54:36
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/188481

بابِ سوم

اَسیرانِ حسنِ مصطفیٰ ﷺ

کائنات کا تمام تر حسن و جمال ابد الآباد تک آفتابِ رسالت کے جلوؤں کی خیرات ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا کے خوش قسمت ترین انسان تھے کہ انہوں نے حالتِ ایمان میں آقائے محتشم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ اُنہیں ان فضاؤں میں جو تاجدارِ کائنات ﷺ کے انفاسِ پاک سے معطر تھیں، سانس لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی زیارت سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہ تھی، دیدارِ مصطفیٰ ﷺ اُنہیں دنیا و مافیہا کی ہر نعمت سے بڑھ کر عزیز تھا۔ وہ ہر وقت محبوب ﷺ کی ایک جھلک دینے کے لئے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے رہتے تھے۔ اس حسنِ بے مثال کی جدائی کا تصور بھی ان کے لئے سوہانِ روح بن جاتا۔ وہ چاہے کتنے ہی مغموم و رنجیدہ ہوتے آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں آتے ہی ان کے دل و جاں کو راحت اور سکون کی دولت مل جاتی، پھر وہ عالمِ وارفتگی میں آقائے دوجہاں ﷺ کی دائمی رفاقت کی آرزو اور تمنا کی فضائے دلکش میں گم ہو جاتے۔ انہیں یہ اندیشہ بے تاب رکھتا کہ کہیں اُن سے صحبتِ مصطفیٰ ﷺ کی گراں بہا نعمت چھن نہ جائے، اُن کے قلوبِ مضطر کو اس وقت قرار آیا جب اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے حسن و جمال پر مر مٹنے والے عشاق کو اخروی زندگی میں ابدی رفاقتِ مصطفیٰ ﷺ کا مژدۂ جانفزا سنایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

وَ مَنْ یُّطِعِ اللهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ○ ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللهِ ؕ وَ کَفٰی بِاللهِ عَلِیْمًا ○ (۱)

’’اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت)

(۱) القرآن، النساء، ۴:۶۹، ۷۰

اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں○ یہ فضل (خاص) اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ جاننے والا کافی ہے○‘‘

اِس مقام پر مفسرینِ کرام نے آیتِ مذکورہ کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محبوبِ حجازی ﷺ سے محبت و وارفتگی کے احوال و واقعات کا تذکرہ بڑے پیارے اور دلآویز انداز سے کیا ہے۔ ذیل میں حوالے کے طور پر چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

جاء رجل إلى النبی ﷺ فقال: یا رسول اللہ! إنک لأحب إلی من نفسی، و إنک لأحب إلی من والدی، و إنی لأکون فی البیت، فاذکرک فما أصبر حتی آتی فانظر إلیک، و إذا ذکرت موتی و موتک عرفت انک إذا دخلت الجنۃ رفعت مع النبیین، و أنی إذا دخلت الجنۃ خشیت أن لا أراک، فلم یزد علیه النبی ﷺ شیئا حتی نزل جبریل بھذہ الآیۃ: ﴿وَ مَنْ یُّطِعِ اللہَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْھِمْ......﴾۔ (۱)

’’ایک صحابی حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! آپ مجھے میری جان اور میرے والدین سے بھی زیادہ محبوب

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۳
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۷
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۱۵۳
۵۔ سیوطی، المعجم الصغیر، ۱: ۵۳
۶۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۴: ۲۴۰
۷۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۸: ۱۲۵

ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں۔ لیکن جب مجھے اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاء کرام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو خدشہ ہے کہ کہیں آپ کی زیارت سے محروم نہ ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے اس صحابی کے جواب میں سکوت فرمایا، اس اثناء میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت نازل ہوئی: ''اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے......۔''

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت اسی موضوع پر اس طرح ہے:

ان رجلا أتى النبی ﷺ، فقال: یا رسول الله! إنی أحبک حتی إنی أذکرک فلولا أنی أجئ فانظر إلیک ظننت أن نفسی تخرج، و أذکر انی ان دخلت الجنة صرت دونک فی المنزلة، فیشق علی وأحب أن أکون معک فی الدرجة۔ فلم یرد علیه شیئا۔ فأنزل الله ﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللهَ وَ الرَّسُوْلَ﴾ فدعاه رسول الله ﷺ فتلاه علیه۔(۱)

''ایک صحابی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے اس قدر محبت کرتا ہوں کہ (ہر وقت) آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں۔ پس جب تک میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں تو یوں محسوس کرتا ہوں کہ میری جان نکل جائے گی۔ اور جب میں یہ خیال

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۸۶، رقم: ۱۲۵۵۹
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۶، ۷
۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۳

کرتا ہوں کہ اگر میں جنت میں چلا گیا تو آپ سے نچلے درجے میں ہوں گا، یہ خیال میرے لئے انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے کیونکہ میں جنت میں آپ کی دائمی معیت چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اُسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ...... اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اِطاعت کرے ...... نازل فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے اُسے بلا کر اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی۔‘‘

۳۔ حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إن رجلا مِن الأنصار أتى رسول الله ﷺ، فقال: يا رسول الله! والله! لأنت أحب إلي من نفسي و ولدى و أهلي و مالي، و لو لا اني آتيك فأراك لظننت إني سأموت۔ و بكى الأنصارى، فقال له النبي ﷺ: ما أبكاك؟ فقال: ذكرت إنك ستموت و نموت فترفع مع النبيين، و نحن إذا دخلنا الجنة كنا دونك فلم يخبره النبي ﷺ بشئ، فأنزل الله على رسوله: ﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ...... عَلِيْماً﴾ فقال: ابشر يا أبا فلان۔ (۱)

’’ایک انصاری صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے اپنی جان، والدین، اہل وعیال اور مال سے زیادہ محبوب ہیں۔ اور جب تک میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں تو محسوس کرتا ہوں کہ میں اپنی جاں سے گزر جاؤں گا ،اور (یہ بیان کرتے ہوئے) وہ انصاری صحابی زار و قطار رو پڑے۔ اس پر حضور نبیِّ اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ نالۂ غم کس لئے؟ تو وہ عرض کرنے لگے :یا رسول اللہ! جب میں خیال

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲

۲۔ ہناد، الزہد، ۱: ۱۱۸، باب منازل الانبیاء

۳۔ سعید بن منصور، السنن، ۴: ۱۳۰۷، رقم: ۶۶۱

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۳۱، رقم: ۱۳۸۰

کرتا ہوں کہ آپ وصال فرمائیں گے اور ہم بھی مر جائیں گے تو آپ انبیاء کرام کے ساتھ بلند درجات پر فائز ہوں گے، اور جب ہم جنت میں جائیں گے تو آپ سے نچلے درجات میں ہوں گے۔ آپ ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر (یہ آیت مبارکہ) نازل فرمائی: ''اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اِطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے......۔'' اس پر آپ ﷺ نے (اس صحابی کو بلایا اور) فرمایا: اے فلاں! تجھے (میری ابدی رفاقت کی) خوش خبری مبارک ہو۔''

۴۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

جاء رجل من الأنصار إلی النبی ﷺ، و هو محزون، فقال له النبی ﷺ: یا فلان! ما لی أراک محزونا؟ قال: یا نبی اللہ! شئ فکرت فیه۔ فقال: ما هو؟ قال: نحن نغدو علیک و نروح ننظر فی وجهک و نجالسک، غداً ترفع مع النبیین فلا نصل إلیک۔ فلم یرد النبی ﷺ شیئًا، فأتاه جبرئیل بهذه الآیة: وَ مَنْ یُّطِعِ اللهَ وَ الرَّسُوْلَ إلی قوله رَفِیْقًا، قال: فبعث إلیه النبی ﷺ فبشره۔ (۱)

''ایک انصاری صحابی حضور نبیِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں غمزدہ حالت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُس سے دریافت فرمایا: اے فلاں! تم اتنے غمگین کیوں ہو؟ اس نے عرض کیا: یا نبی اللہ! مجھے آپ سے متعلق اپنی ایک فکر کھائے جا

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۲۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ۷: ۹۷
۳۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۵: ۱۶۳
۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۳

رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا: ہم صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ کے دیدارِ سے اپنے قلب و روح کو تسکین پہنچاتے ہیں، آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ کل (آخرت میں) آپ انبیاء کرام کے ساتھ بلند مقام پر فائز ہوں گے جبکہ ہماری آپ تک رسائی نہیں ہوگی۔ اس پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے صحابی کو کوئی جواب نہ دیا۔ جب جبرئیل علیہ السلام یہ آیتِ کریمہ لے کر حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے اس انصاری کو پیغام بھیجا اور اسے اس (دائمی رفاقت کی) بشارت دی۔‘‘

۵۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا:

قد علمنا أن النبی ﷺ له فضل علی مَن آمن به فی درجات الجنة ممن اتبعه و صدقه، فکیف لهم إذا اجتمعوا فی الجنة أن یری بعضهم بعضا؟ فأنزل اللہ فی ذلک، فقال له النبی ﷺ: ان الاعلین ینحدرون إلی من هم أسفل منهم، فیجتمعون فی ریاضها فیذکرون ما أنعم اللہ علیهم و یثنون علیه۔ (۱)

’’(یا رسول اللہ!) ہم جانتے ہیں کہ ہر نبی کو جنت کے درجات میں اپنے اس امتی پر فضیلت حاصل ہوگی جس نے ان کی اتباع اور تصدیق کی تو پھر جنت میں معیت و رفاقت کی کیا صورت ہوگی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے (مذکورہ) آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ حضور ﷺ نے اس صحابی سے ارشاد فرمایا کہ اوپر کے درجے والے اپنے سے نیچے کے درجے والوں کے پاس آئیں گے، ان کے پاس بیٹھیں گے اور اپنے اوپر ہونے والی اللہ کی نعمتوں کا ذکر کریں گے اور اس کی حمد و ثنا بیان کریں۔‘‘

(۱) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۵: ۱۶۴
۲۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۲

کتبِ احادیث و سیر میں اس قسم کے متعدد واقعات کا ذکر ہے جو انفرادی و اجتماعی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیش آئے۔ وہ اِس اَمر کی غمازی کرتے ہیں کہ اسیرانِ جمالِ مصطفٰی آپ ﷺ کے دیدار سے زندگی پاتے تھے اور انہیں محبوب ﷺ کی ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہ تھی۔ وہ ایک دوسرے سے اقبال کی زبان میں یوں ہم نوا ہوتے تھے:

بیا اے ہمنشیں باھم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم

(میرے ساتھی آ! مل کر روئیں، میں اور تُو ایک ہی شانِ حسن و جمال کے کشتہ ہیں۔)

ان مشتاقانِ دید کے دل میں ہر لمحہ یہ تمنا دھڑکتی رہتی تھی کہ ان کا محبوب ﷺ کبھی بھی ان سے جدا نہ ہو اور وہ صبح و شام اس محبوب ﷺ کی زیارت سے اپنے قلوب و اذہان کو راحت وسکون بہم پہنچاتے رہیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ ربِ کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کو سیرت وصورت میں ایسا یکتا وتنہا اور بے مثال بنایا تھا کہ کائناتِ رنگ و بو میں کوئی دوسرا اس کا ہم سر نہ تھا۔ حضرت پیرمہر علی شاہؒ نے یوں ہی نہیں کہہ دیا تھا:

کوئی مثل نئیں ڈھولن دی
چپ کر مہر علی ایتھے جا نئیں بولن دی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اول تا آخر محبوبِ خدا ﷺ سے والہانہ محبت کرتے تھے اور اسی محبت کا کرشمہ تھا کہ نہ انہیں اپنی جان کی پرواتھی، نہ مال و اولاد کی۔ وہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کو عزیز جانتے تھے۔ انہوں نے جس والہانہ عشق و محبت کا مظاہرہ کیا انسانی تاریخ آج تک اس کی نظیر پیش کر سکی اور نہ قیامت تک اس بے مثال محبت کے مظاہر دیکھنے ممکن ہوں گے۔

ذیل میں اسی لازوال محبت کے چند مستند واقعات کا ذکر کیا جائے گا:

۱۔ صحابہ کرام کی نماز اور زیارتِ مصطفٰی ﷺ کا حسین منظر

حضور نبیٔ اکرم ﷺ اپنے مرضِ وصال میں جب تین دن تک حجرۂ مبارک سے

باہر تشریف نہ لائے تو وہ نگاہیں جو روزانہ دیدار مصطفیٰ ﷺ کے شرفِ دلنواز سے مشرف ہوا کرتی تھیں آپ ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کو ترس گئیں۔ جان نثاران مصطفیٰ سراپا انتظار تھے کہ کب ہمیں محبوب کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ بالآخر وہ مبارک و مسعود لمحہ ایک دن حالتِ نماز میں انہیں نصیب ہوگیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایامِ وصال میں جب نماز کی امامت کے فرائض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھے، پیر کے روز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں حسب معمول باجماعت نماز ادا کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے قدرے افاقہ محسوس کیا۔ آگے روایت کے الفاظ ہیں:

فکشف النبی ﷺ ستر الحجرة، ینظر إلینا و ھو قائمٌ، کأن وجھه ورقة مصحف، ثم تبسم۔(۱)

’’آپ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھا کر کھڑے کھڑے ہمیں دیکھنا شروع فرمایا۔ گویا آپ ﷺ کا چہرۂ انور قرآن کا ورق ہو، پھر مسکرائے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۲۴۰، کتاب الجماعة والامامة، رقم:۶۴۸
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۳۱۵، کتاب الصلوۃ، رقم:۴۱۹
۳۔ ابن ماجه، السنن، ۱:۵۱۹، کتاب الجنائز، رقم:۱۶۲۴
۴۔ احمد بن حنبل،۳:۱۶۳
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ،۳: ۷۵، رقم: ۴۸۲۵
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵:۲۹۶، رقم: ۶۸۷۵
۷۔ ابوعوانه، المسند، ۱:۴۴۶، رقم: ۱۶۵۰
۸۔ نسائی، السنن الکبریٰ،۴:۲۲۶۱ رقم: ۷۱۰۷
۹۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۴۳۳، رقم
۱۰۔ حمیدی، المسند، ۲:۵۰۱، رقم: ۱۱۸۸
۱۱۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۵۲، رقم: ۱۱۶۳
۱۲۔ ابویعلی، المسند، ۶:۲۵۰، رقم:۳۵۴۸

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبی ﷺ، فنكص أبوبكر على عقبيه ليصل الصف، وظن أن النبی ﷺ خارج إلى الصلوٰة۔(۱)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے دیدار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم لوگ نماز چھوڑ بیٹھتے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے پلٹے تاکہ صف میں شامل ہوجائیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ حضور ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف لانے والے ہیں۔''

ان پرکیف لمحات کی منظر کشی روایت میں یوں کی گئی ہے:

فلما وضح وجه النبی ﷺ ما نظرنا منظرا كان أعجب إلينا من وجه النبی ﷺ حين وضح لنا۔(۲)

''جب (پردہ ہٹا اور) آپ ﷺ کا چہرۂ انور سامنے آیا تو یہ اتنا حسین اور دلکش منظر تھا کہ ہم نے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔''

مسلم شریف میں **فهممنا أن نفتتن** کی جگہ یہ الفاظ منقول ہیں:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۲۴۰، کتاب الجماعۃ والامامۃ، رقم:۶۴۸
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۷۵، رقم:۴۸۲۵
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵:۴۳۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۹۴
۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۰۲، رقم:۱۱۶۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۲۴۱، کتاب الجماعۃ والامامۃ، رقم:۶۴۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۳۱۵، کتاب الصلاۃ، رقم:۴۱۹
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲:۳۷۲، رقم: ۱۴۸۸
۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۴۴۶، رقم:۱۶۵۲
۵۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، ۳:۷۴، رقم:۴۸۲۴
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۱۱
۷۔ ابویعلی، المسند، ۷:۲۵، رقم: ۳۴۳۹

فبهتنا و نحن فی الصلوة، من فرح بخروج النبی ﷺ۔(۱)

''ہم دورانِ نماز آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کی خوشی میں حیرت زدہ ہو گئے (یعنی نماز کی طرف توجہ نہ رہی)۔''

علامہ اقبال نے حالتِ نماز میں حضور ﷺ کے عاشقِ زار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دیدارِ محبوب ﷺ کے منظر کی کیا خوبصورت لفظی تصویر کشی کی ہے:

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

کم و بیش یہی حالت حضور ﷺ کے ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی تھی۔ شارحینِ حدیث نے **فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبی ﷺ** کا معنی اپنے اپنے ذوق کے مطابق کیا ہے۔

۱۔ امام قسطلانی رحمة الله عليه لکھتے ہیں:

فهممنا أی قصدنا أن نفتتن بأن نخرج من الصلوة۔(۱)

(۱) قسطلانی، ارشاد الساری، ۲: ۴۴

''پس قریب تھا یعنی ہم نے ارادہ کر لیا کہ (دیدار کی خاطر) نماز چھوڑ دیں۔''

۲۔ لامع الدراری میں ہے:

و كانوا مترصدين إلى حجرته، فلما أحسوا برفع الستر التفتوا إليه بوجوههم۔(۲)

''تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توجہ آپ ﷺ کے حجرہ مبارک کی طرف مرکوز تھی، جب انہوں نے پردے کا سرکنا محسوس کیا تو تمام نے اپنے چہرے حجرۂ انور کی طرف کر لئے۔''

۳۔ مولانا وحید الزماں حیدر آبادی ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) مسلم، الصحیح، ۱: ۳۱۵، کتاب الصلوۃ، رقم: ۴۱۹

(۲) گنگوہی، لامع الدراری علی الجامع البخاری، ۳: ۱۵۰

فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبی ﷺ۔(۱)

’’آنحضرت ﷺ کے دیدار سے ہم کو اتنی خوشی ہوئی کہ ہم خوشی کے مارے نماز توڑنے ہی کو تھے کہ آپ ﷺ نے پردہ نیچے ڈال دیا۔‘‘

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

فكاد الناس ان يضطربوا فأشار الناس ان اثبتوا۔(۲)

’’قریب تھا کہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہو جاتا، آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو۔‘‘

شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اضطراب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقرب الناس أن يتحركوا من كمال فرحهم لظنهم شفاءه ﷺ حتى أرادوا أن يقطعوا الصلوة لإعتقادهم خروجه ﷺ ليصلى بهم، و أرادوا أن يخلوا له الطريق إلى المحراب و هاج بعضهم فى بعض من شدة الفرح۔(۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے شفایاب ہونے کی خوشی کے خیال سے متحرک ہونے کے قریب تھے حتیٰ کہ انہوں نے نماز توڑنے کا ارادہ کر لیا اور سمجھے کہ شاید ہمارے آقا ﷺ ہمیں نماز پڑھانے کے لیے باہر تشریف لا رہے ہیں، لہٰذا انہوں نے محراب تک کا راستہ خالی کرنے کا ارادہ کیا جبکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوشی کی وجہ سے کودنے لگے۔

امام بخاری نے باب الإلتفات فی الصلوۃ کے تحت اور دیگر محدثین کرام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ والہانہ کیفیت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

و هَمَّ المسلمون أن يفتتنوا فى صلوٰتهم، فأشار إليهم: أتموا

---

(۱) وحید الزماں، ترجمۃ البخاری، ۱: ۳۴۹

(۲) ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۲۷، رقم: ۳۸۶

(۳) بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۱۹۴

صلاتکم۔(۱)

’’مسلمانوں نے نماز ترک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا مگر آپ ﷺ نے انہیں نماز کو پورا کرنے کا حکم دیا۔‘‘

۲۔ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے بھوک کا مداوا

اربابِ تاریخ و سیر لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں قحط سالی کے دور میں حکومت کے جمع شدہ ذخیرے سے قحط زدہ عوام میں غلے کی تقسیم کا نظام قائم فرمایا۔ ابھی آئندہ فصل کے آنے میں تین ماہ باقی تھے کہ غلے کا سٹاک ختم ہو گیا۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ فکر لاحق ہوگئی کہ افلاس زدہ لوگوں کو غلے کی فراہمی کیسے ہوگی۔ وہ اس فکر میں غلطاں تھے کہ اللہ رب العزت نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بذریعہ جبرئیل علیہ السلام یہ پیغام دیا کہ اپنے چہرے کو بے نقاب کر دیجئے، اس طرح بھوکے لوگوں کی بھوک کا مداوا ہو جائے گا۔ روایات میں ہے کہ جو بھوکا شخص حضرت یوسف علیہ السلام کا دیدار کر لیتا اس کی بھوک مٹ جاتی۔(۲)

قرآنِ حکیم نے زنانِ مصر کا ذکر کیا ہے کہ وہ کس طرح حسنِ یوسف علیہ السلام کی دید میں اتنا محو اور بے خود ہو گئیں کہ انہیں اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کٹ جانے کا احساس بھی نہ رہا۔

یہ تو حسنِ یوسفی کی بات ہے۔ حضور ﷺ تو تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات و کمالات کے جامع ہیں۔ اس لئے حسن و جمال کی بے خود کر دینے والی کیفیت آپ ﷺ کی ذات

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۲۶۲، کتاب صفۃ الصلاۃ، رقم: ۷۲۱
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۵۸۷، رقم: ۶۶۲۰
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳:۷۵، رقم: ۱۶۵۰
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۲۱۷
۵۔ طبری، التاریخ، ۲: ۲۳۱

(۲) شمائل الترمذی: ۲۷، حاشیہ: ۳

اقدس میں اس درجہ موجود تھی کہ اسے حیطۂ بیان میں نہیں لایا جاسکتا۔

حضور ﷺ کی زیارت بھوکوں کی بھوک رفع کرنے کا ذریعہ بنتی تھی، چہرۂ اقدس کے دیدار کے بعد بھوک اور پیاس کا احساس کہاں رہتا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ ایسے وقت کا شانۂ نبوت سے باہر تشریف لائے کہ:

لا يخرج فيها و لا يلقاه فيها أحد۔

''آپ ﷺ پہلے کبھی اس وقت باہر تشریف نہ لاتے تھے اور نہ ہی کوئی آپ سے ملاقات کرتا۔''

پھر یوں ہوا کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بھوک سے مغلوب باہر تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ نے اپنے رفیقِ غار سے پوچھا:

ما جاء بک یا أبا بکر؟

اے ابوبکر! تم اس وقت کیسے آئے ہو؟

اس وفا شعار عجز و نیاز کے پیکر نے ازراہِ مروّت عرض کیا:

خرجت ألقی رسول اللہ ﷺ و أنظر فی وجهه و التسلیم علیه۔

''یا رسول اللہ ﷺ صرف آپ کی ملاقات، چہرہ انور کی زیارت اور سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔''

تھوڑی دیر بعد ہی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اسی راستے پر چلتے ہوئے اپنے آقا ﷺ کے پاس حاضر ہوگئے۔ نبیٔ رحمت ﷺ نے دریافت فرمایا:

ما جاء بک یا عمر؟

''اے عمر! تمہیں کون سی ضرورت اس وقت یہاں لائی؟''

شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے نے عرض کی:

الجوع، یا رسول اللہ!

''یا رسول اللہ! بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔''

والیٔ کون و مکان رحمتِ کل جہاں ﷺ نے فرمایا:

و أنا قد وجدت بعض ذلک۔(۱)

’’اور مجھے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔‘‘

تو ہادیٔ برحق نبیٔ مکرم حضور رحمتِ عالم ﷺ اپنے دونوں جاں نثاروں کے ہمراہ اپنے ایک صحابی حضرت ابو الہیثم بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کا شمار متمول انصار میں ہوتا تھا۔ آپ کھجوروں کے ایک باغ کے مالک تھے۔ حضور ﷺ کی آمد کے وقت صاحبِ خانہ گھر پر موجود نہ تھے، اُن کی اہلیہ محترمہ نے بتایا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابوالہیثم رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ جب دیکھا کہ آج سرکار ﷺ نے ان کے غریب خانے کو اعزاز بخشا ہے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، وہ حضور ﷺ کو اپنے دو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اپنے گھر میں دیکھ کر پھولے نہیں سما رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی خوشی کا اظہار کیسے کریں، کیسے بارگاہِ خداوندی میں سجدۂ شکر بجا لائیں؟ ایک عجیب سی کیف و سرور اور انبساط کی لہر نے اہلِ خانہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور گھر کے در و دیوار بھی خوشی سے جھوم اٹھے تھے۔ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ پر جو کیفیت طاری ہوئی اس کے بارے میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

یلتزم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و یفدیہ بأبیہ و أمہ۔(۲)

’’(حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ آتے ہی) حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور کہتے جاتے میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیک وسلم پر قرباں ہوں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۸۳، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۶۹
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱۲، رقم: ۳۷۳
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۴۵، ۷۱۷۸
۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۴۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۸۳، ابواب الزھد، رقم: ۲۳۶۹
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱۲، رقم: ۳۷۳
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۴۵، رقم: ۷۱۷۸
۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۴۰

بعد ازاں حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ حضور ﷺ اور آپ کے ان دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو اپنے باغ میں لے گئے، تازہ کھجوریں پیش کیں اور کھانا کھلایا۔

شمائلِ ترمذی کے حاشیہ پر مذکورہ حدیث کے حوالے سے یہ عبارت درج ہے:

لعل عمر رضی اللہ عنہ جاء ليتسلى بالنظر فى وجه رسول الله ﷺ كما كان يصنع أهل مصر فى زمن يوسف عليه السلام، و لعل هذا المعنى كان مقصود أبى بكر رضی اللہ عنہ و قد أدى بالطف وجه كأنه خرج رسول الله ﷺ لما ظهر عليه بنور النبوة أن أبابكر طالب ملاقاته، و خرج أبوبكر لما ظهر عليه بنور الولاية أنه ﷺ خرج فى هذا الوقت لانجاح مطلوبه۔(۱)

’’حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس لئے تشریف لائے تھے کہ وہ حضور ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت سے اپنی بھوک مٹانا چاہتے تھے، جس طرح مصر والے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے اپنی بھوک کو مٹا لیا کرتے تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل میں بھی یہی راز مضمر تھا۔ مگر رفیقِ سفر نے اپنا مدعا نہایت ہی لطیف انداز میں بیان کیا اور یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضور ﷺ پر نورِ نبوت کی وجہ سے آشکار ہو چکا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ طالبِ ملاقات ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نورِ ولایت کی وجہ سے واضح ہو چکا تھا کہ اس گھڑی آقائے مکرم ﷺ کا دیدار انہیں ضرور نصیب ہوگا۔‘‘

ایک صحابی کا حضور ﷺ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا

کائنات کا سارا حسن و جمال نبیٔ آخر الزماں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے چہرۂ انور میں سمٹ آیا تھا۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت سے مشرف ہونے والا ہر شخص جمالِ مصطفیٰ ﷺ میں اس طرح کھو جاتا کہ کسی کو آنکھ جھپکنے کا یارا بھی نہ ہوتا اور نگاہیں اٹھی کی اٹھی رہ جاتیں۔

---

(۱) شمائل الترمذی: ۲۷، حاشیہ: ۳

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

کان رجل عند النبی ﷺ ینظر إلیه لا یطرف۔

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص آپ ﷺ (کے چہرۂ انور) کو (اِس طرح ٹکٹکی باندھ کر) دیکھتا رہتا کہ (وہ اپنی آنکھ تک نہ جھپکتا۔‘‘

حضور رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے اس جاں نثار صحابی کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا:

ما بالک؟

’’اِس (طرح دیکھنے) کا سبب کیا ہے؟‘‘

اس عاشقِ رسول صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

بأبی و أمی! أتمتع من النظر إلیک۔ (۱)

’’میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کے چہرۂ انور کی زیارت سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔‘‘

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ پر خودسپردگی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور وہ آپ ﷺ کے حسن و جمال میں اس طرح کھو جاتے کہ دنیا کی ہر شے سے بھی بے نیاز ہو جاتے۔

۳۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شوقِ دیدار

مکہ معظّمہ میں اسلام کا پہلا تعلیمی اور تبلیغی مرکز کوہِ صفا کے دامن میں واقع دارِارقم تھا، اسی میں حضور نبیِّ اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس فرماتے۔ ابھی مسلمانوں کی تعداد ۳۹ تک پہنچی تھی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ کفار کے سامنے دعوتِ اسلام اعلانیہ پیش کروں۔ آپ ﷺ کے منع فرمانے کے باوجود انہوں نے اصرار کیا تو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی۔

و قام أبو بکر فی الناس خطیباً و رسول اللہ ﷺ جالس، فکان

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۶۶

۲۔ قسطلانی، المواھب اللدنیہ، ۲:۹۴

أول خطیب دعا إلی اللہ ﷻ وإلی رسولہ ﷺ۔(۱)

’’سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دینا شروع کیا جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ پس آپ ہی وہ پہلے خطیب (داعی) تھے جنہوں نے (سب سے پہلے) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف لوگوں کو بلایا۔‘‘

اسی بنا پر آپ کو اسلام کا ’’خطیب اوّل‘‘ کہا جاتا ہے۔ نتیجتاً کفار نے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور آپ کو اس قدر زد و کوب کیا کہ آپ خون میں لت پت ہو گئے، انہوں نے اپنی طرف سے آپ کو جان سے مار دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، جب انہوں نے محسوس کیا کہ شاید آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے تو اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ کے خاندان کے لوگوں کو پتہ چلا تو وہ آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے اور آپس میں مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ ہم اس ظلم و تعدی کا ضرور بدلہ لیں گے لیکن ابھی آپ کے سانس اور جسم کا رشتہ برقرار تھا۔

آپ کے والدِ گرامی ابو قحافہ، والدہ اور آپ کا خاندان آپ کے ہوش میں آنے کے انتظار میں تھا، مگر جب ہوش آیا اور آنکھ کھولی تو آپ رضی اللہ عنہ کی زبانِ اقدس پر جاری ہونے والا پہلا جملہ یہ تھا:

ما فعل برسول اللہ ﷺ؟

’’رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟‘‘

تمام خاندان اس بات پر ناراض ہو کر چلا گیا کہ ہم تو اس کی فکر میں ہیں اور اسے کسی اور کی فکر لگی ہوئی ہے۔ آپ کی والدہ آپ کو کوئی شے کھانے یا پینے کے لئے اصرار سے کہتیں، لیکن اس عاشقِ رسول ﷺ کا ہر مرتبہ یہی جواب ہوتا، کہ اس وقت تک

(۱) ا۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۳: ۳۰
۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۷۵
۳۔ دیار بکری، تاریخ الخمیس، ۱: ۲۹۴
۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۹۷

کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک مجھے اپنے محبوب ﷺ کی خبر نہیں مل جاتی کہ وہ کس حال میں ہیں۔ لختِ جگر کی یہ حالتِ زار دیکھ کر آپ کی والدہ کہنے لگیں:

واللہ! ما لی علم بصاحبک۔

''خدا کی قسم! مجھے آپ کے دوست کی خبر نہیں کہ وہ کیسے ہیں؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے والدہ سے کہا کہ حضرت اُمِ جمیل رضی اللہ عنہا بنت خطاب سے حضور ﷺ کے بارے پوچھ کر آؤ۔ آپ کی والدہ امِ جمیل رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ماجرا بیان کیا۔ چونکہ انہیں ابھی اپنا اسلام خفیہ رکھنے کا حکم تھا اس لئے انہوں نے کہا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے دوست محمد بن عبداللہ کو نہیں جانتی۔ ہاں اگر تو چاہتی ہے تو میں تیرے ساتھ تیرے بیٹے کے پاس چلتی ہوں۔ حضرت اُمِ جمیل رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ کے ہمراہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو ان کی حالت دیکھ کر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور کہنے لگیں:

إنی لأرجو أن ینتقم اللہ لک۔

''مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اُن سے تمہارا بدلہ لے گا۔''

آپ نے فرمایا! ان باتوں کو چھوڑو مجھے صرف یہ بتاؤ:

ما فعل برسول اللہ ﷺ؟

''رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟''

انہوں نے اشارہ کیا کہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: فکر نہ کرو بلکہ بیان کرو۔ انہوں نے عرض کیا:

سالم صالح۔

''(آپ ﷺ) محفوظ اور خیریت سے ہیں۔''

پوچھا:

فأین ھو؟

''آپ ﷺ (اس وقت) کہاں ہیں؟''

انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ دارِ ارقم میں ہی تشریف فرما ہیں۔ آپ نے یہ

سن کر فرمایا:

ان لا أذوق طعاما أو شرابا أو آتی رسول اللهﷺ۔(۱)

’’میں اس وقت تک کھاؤں گا نہ کچھ پیوں گا جب تک کہ میں اپنے محبوب ﷺ کو ان آنکھوں سے بخیریت نہ دیکھ لوں۔‘‘

شمعِ مصطفوی ﷺ کے اس پروانے کو سہارا دے کر دارِ ارقم لایا گیا، جب حضور ﷺ نے اس عاشقِ زار کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر تھام لیا اور اپنے عاشقِ زار پر جھک کر اس کے بوسے لینا شروع کر دیئے۔ تمام مسلمان بھی آپ کی طرف لپکے۔ اپنے یارِ غمگسار کو زخمی حالت میں دیکھ کر حضور ﷺ پر عجیب رقت طاری ہوگئی۔

اُنہوں نے عرض کیا کہ میری والدہ حاضر خدمت ہیں، ان کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دولتِ ایمان سے نوازے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ دولتِ ایمان سے شرف یاب ہوگئیں۔

۴۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت و وارفتگی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح چہرۂ نبوت کے دیدارِ فرحت آثار سے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کیا کرتے تھے اور ان کے نزدیک پسند و دلبستگی کا کیا معیار تھا، اس کا اندازہ آپ ﷺ کے یارِ غار سے متعلق درج ذیل روایت سے بخوبی ہو جائے گا:

ایک مرتبہ حضور رسالتمآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں: خوشبو، نیک خاتون اور نماز جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بھی تین ہی

---

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۳: ۳۰
۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۷۶
۳۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۹۸
۴۔ دیار بکری، تاریخ الخمیس، ۱: ۲۹۴

چیزیں پسند ہیں:

النظر إلی وجه رسول اللہ ﷺ، و إنفاق مالي علی رسول اللہ ﷺ، وأن یکون ابنتي تحت رسول اللہ۔(۱)

’’آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرۂ اقدس کو تکتے رہنا، اللہ کا عطا کردہ مال آپ صلی اللہ علیک وسلم کے قدموں پر نچھاور کرنا اور میری بیٹی کا آپ صلی اللہ علیک وسلم کے عقد میں آنا۔‘‘

جب انسان خلوصِ نیت سے اللہ تعالیٰ سے نیک خواہش کا اظہار کرتا ہے تو وہ ذات اپنی شانِ کریمانہ کے مطابق اُسے ضرور نوازتی ہے۔ اس اصول کے تحت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی تینوں خواہشیں اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دیں۔

آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور رسالت مآب ﷺ نے اپنے نکاح میں قبول فرما لیا۔ آپ کو سفر و حضر میں رفاقتِ مصطفوی ﷺ نصیب رہی یہاں تک کہ غارِ ثور کی تنہائی میں آپ کے سوا کوئی اور زیارت سے مشرف ہونے والا نہ تھا، اور مزار میں بھی أوصلوا الحبیب إلی الحبیب کے ذریعے اپنی دائمی رفاقت عطا فرما دی۔ اسی طرح مالی قربانی اس طرح فراوانی کے ساتھ نصیب ہوئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ما نفعني مال أحد قط ما نفعني مال أبي بکر۔(۲)

---

(۱) ابن حجر، منبھات: ۲۱، ۲۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۹، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۶۱

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۳۶، مقدمہ، باب فضائل الصحابہ، رقم: ۹۴

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۵۳

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۲۷۳، رقم: ۶۸۵۸

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۴۸، رقم: ۳۱۹۲۷

۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۱۵۸

۷۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۵۳۲، رقم: ۲۱۶۶

۸۔ قرطبی، تفسیر الجامع لاحکام القرآن، ۳: ۴۱۸

←

’’مجھے جس قدر نفع ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا ہے اتنا کسی اور کے مال نے نہیں دیا۔‘‘

دوسرے مقام پر مال کے ساتھ آپ ﷺ نے صحبت کا ذکر بھی فرمایا:

إن (مِن) أَمَّن الناس عليّ في صحبتهٖ و ماله أبو بكر۔(۱)

’’لوگوں میں سے مجھے اپنی رفاقت دینے اور اپنا مال خرچ کرنے کے لحاظ سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔‘‘

حضور ﷺ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد گرامی سارا دن آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہتے، جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گھر آتے تو جدائی کے یہ چند لمحے کاٹنا بھی اُن کے لئے دشوار ہو جاتا۔ وہ ساری ساری رات ماہئ بے آب کی طرح بیتاب رہتے، ہجر و فراق کی وجہ سے ان کے جگرِ سوختہ سے اس طرح آہ نکلتی جیسے کوئی چیز

.... ۹۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۰:۳۶۳، رقم: ۵۵۲۵

۱۰۔ طبری، الریاض النضرہ، ۲:۱۶، رقم: ۱۱۶۴۱۲

۱۱۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۱:۶۵، رقم: ۲۵

۱۲۔ سیوطی، تاریخ الخلفاء: ۳۰

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۷۷، کتاب المساجد، رقم: ۴۵۴

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۰۸، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۶۰

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۳۵، رقم: ۸۱۰۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۸

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۵۵۸، رقم: ۶۵۹۴

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۴۸، رقم: ۳۱۹۲۶

۷۔ نسائی، فضائل الصحابہ، ۱:۳، رقم: ۲

۸۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۱:۶۱، رقم: ۲۱

۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۲۲۷

۱۰۔ طبری، الریاض النضرہ، ۲:۱۲، رقم: ۱۰۹۴۰۵

جل رہی ہو اور یہ کیفیت اس وقت تک رہتی جب تک وہ حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس کو دیکھ نہ لیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب بھی ہجر وفراقِ رسول ہی بنا۔ آپ کا جسم حضور ﷺ کے وصال کے صدمے سے نہایت ہی لاغر ہوگیا تھا، حتی کہ اسی صدمے سے آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی محبوبیت اور آپ ﷺ کے ہجر کے سوز وگداز کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوتِ قلب و جگر گردد نبی
از خدا محبوب تر گردد نبی
ذرۂ عشقِ نبی اَز حق طلب
سوزِ صدیق و علی اَز حق طلب

(حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی دل وجگر کی تقویت کا باعث بنتی ہے اور شدت اختیار کرکے خدا سے بھی زیادہ محبوب بن جاتی ہے۔ تو بھی آپ ﷺ کے عشق کا ذرہ حق تعالیٰ سے طلب کر اور وہ تڑپ مانگ جو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ میں تھی۔)

۵۔ ہجرِ رسول اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے: ایک رات آپ عوام کی خدمت کے لیے رات کو نکلے تو آپ نے ایک گھر میں دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے اور ایک بوڑھی خاتون اُون کاتتے ہوئے ہجر وفراق میں ڈوبے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی ہے:

علی محمد صلاة الأبرار صلی علیه الطیبون الأخیار
قد کنتَ قواماً بکا بالأسحار یا لیت شعری والمنایا أطوار

هل تجمعني و حبيبي الدار(۱)

’’محمد ﷺ پر اللہ کے تمام ماننے والوں کی طرف سے سلام ہو اور تمام متقین کی طرف سے بھی۔ آپ راتوں کو اللہ کی یاد میں کثیر قیام کرنے والے اور سحری کے وقت آنسو بہانے والے تھے۔ ہائے افسوس! اسبابِ موت متعدد ہیں، کاش مجھے یقین ہو جائے کہ روزِ قیامت مجھے آقا علیہ السلام کا قرب نصیب ہو سکے گا۔‘‘

یہ اشعار سن کر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو بے اختیار اپنے آقا ﷺ کی یاد آ گئی اور وہ زار و قطار رو پڑے۔ اہل سیر آگے لکھتے ہیں:

طرق عليها الباب، فقالت: من هذا؟ فقال: عمر بن الخطاب، فقالت: ما لي ولعمر في هذه الساعة؟ فقال: افتحي، يرحمك الله فلا بأس عليك، ففتحت له، فدخل عليها، وقال: ردي الكلمات التي قلتيها آنفا، فردتها، فقال: ادخليني معكما و قولي و عمر فاغفرله يا غفار۔(۲)

’’انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ خاتون نے پوچھا: کون؟ آپ نے کہا: عمر بن الخطاب۔ خاتون نے کہا: رات کے ان اوقات میں عمر کو یہاں کیا کام؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تجھ پر رحم فرمائے، تو دروازہ کھول تجھے کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ اس نے دروازہ کھولا: آپ اندر داخل ہوگئے اور کہا کہ جو اشعار تو ابھی پڑھ رہی تھی انہیں دوبارہ پڑھ۔ اس نے جب دوبارہ اشعار پڑھے تو آپ کہنے لگے کہ اس مسعود و مبارک اجتماع میں مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کرلے اور یہ کہہ کہ ہم دونوں کو آخرت میں حضور ﷺ کا ساتھ نصیب ہو اور اے معاف کرنے والے عمر کو معاف کر دے۔‘‘

بقول قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے بعد چند

(۱) ا۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۶۹

۲۔ ابن مبارک، الزہد، ۱:۳۶۳

(۲) خفاجی، نسیم الریاض، ۳:۳۵۵

دن تک صاحبِ فراش رہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی عیادت کے لئے آتے رہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہی ایمان تھا اور یہی دین کہ وہ کسی بھی شئے سے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی نسبت کے بغیر اپنا تعلق قائم نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حج پر آئے، طواف کیا اور حجرِ اسود کے سامنے آ کر کھڑے ہوگئے۔ اس سے فرمانے لگے:

إنی أعلم أنک حجر لا تضر و لا تنفع، ولو لا أنی رأیت النّبی ﷺ یقبلک ما قبلتک۔ (۱)

’’میں جانتا ہوں بیشک تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲:۵۷۹، کتاب الحج، رقم: ۱۵۲۰
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۹۲۵، کتاب الحج، رقم: ۱۲۷۰
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۹۸۱، کتاب المناسک، رقم: ۲۹۴۳
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲:۴۰۰، رقم: ۳۹۱۸
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۴۶
۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵:۸۲، رقم: ۹۰۵۹
۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳:۳۴۲، رقم: ۱۴۷۵۳
۸۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵:۷۲، رقم: ۹۰۳۵
۹۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳:۲۴۳، رقم: ۳۰۴۲
۱۰۔ بزار، المسند، ۱:۴۷۸، رقم: ۳۴۱
۱۱۔ حمیدی، المسند، ۱:۷، رقم: ۹
۱۲۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲:۳۹۵، رقم: ۱۵۶۷
۱۳۔ ابویعلی، المسند، ۱:۱۶۹، رقم: ۱۸۹
۱۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳:۴۵۰، رقم: ۴۰۳۸
۱۵۔ ابن عبد البر، التمہید، ۲۲:۲۵۶
۱۶۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۵۸
۱۷۔ زرقانی، شرح علی الموطا، ۲:۴۰۸

میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔‘‘

یہ کلمات ادا کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔(۱)

سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کا دیدارِ محبوب ﷺ کا منفرد اعزاز

صدیقِ باوفا رضی اللہ عنہ کو سفرِ ہجرت میں رفاقتِ سرورِ کونین ﷺ کا اعزاز حاصل ہوا، جبکہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ہونے کے شرفِ لازوال سے مشرف ہوئے۔ ان جلیل القدر صحابہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت میں کئی دیگر حوالوں سے بھی خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أن رسول الله ﷺ كان يخرج على أصحابه من المهاجرين و الأنصار، و هم جلوس و فيهم أبوبكر و عمر، فلا يرفع إليه أحد منهم بصره إلا أبوبكر و عمر، فإنهما كانا ينظران إليه و ينظر إليهما و يتبسمان إليه و يتبسم إليهما۔(۲)

’’حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے مہاجر اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہوتے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ان میں ہوتے تو کوئی صحابی بھی حضور ﷺ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتا، البتہ ابوبکر صدیق اور فاروق

(۱) حاکم، المستدرک، ۱:۶۲۸، رقم: ۱۶۸۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۱۲، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۶۸

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۵۰

۳۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۷۵، رقم: ۲۰۶۴

۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۸۸، رقم: ۱۲۹۸

۵۔ ابویعلی، المسند، ۱:۱۱۶، رقم: ۳۳۷۸

۶۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۱:۲۱۲، رقم: ۳۳۹

۷۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱:۳۳۸، رقم: ۲۰۹

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

اعظم رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے چہرۂ انور کو مسلسل دیکھتے رہتے اور سرکار ان کو دیکھتے، یہ دونوں حضرات رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے اور خود حضور ﷺ ان دونوں کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔‘‘

۶۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ...... اسیرِ حسنِ مصطفیٰ ﷺ

عشاقِ مصطفیٰ ﷺ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نسبتِ رسول ﷺ کا جو منفرد اعزاز عطا ہوا اس کا مظاہرہ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر دیکھنے میں آیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے انہیں اپنا سفیر بنا کر مکہ معظّمہ بھیجا کہ کفار و مشرکین سے مذاکرات کریں۔ کفار نے پابندی لگا دی تھی کہ اس سال حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سفیرِ رسول بن کر مذاکرات کے لئے حرمِ کعبہ پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ اس سال آپ لوگ حج نہیں کر سکتے، تاہم کفارِ مکہ نے بزعم خویش رواداری برتتے ہوئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چونکہ تم آ گئے ہو، اس لئے حاضری کے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اگر چاہو تو ہم تمہیں طواف کی اجازت دیتے ہیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے کفار کی اس پیشکش کو بڑی شان بے نیازی سے ٹھکرا دیا۔ حضور ﷺ کے بغیر طواف کرنا انہیں گوارا نہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بغیر لگی لپٹی رکھے کہا:

ما كنتُ لأطوف به حتى يطوف به رسول الله ﷺ۔(۱)

---

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبری، ۹:۲۲۱
۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴:۲۸۲
۳۔ طبری، التاریخ، ۲:۱۲۱
۴۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۹۴
۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۴:۱۶۷
۶۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۷۰۱
۷۔ ابن حبان، الثقات، ۱:۲۹۹
۸۔ طبری، تفسیر، ۲۶:۸۶
۹۔ ابن کثیر، تفسیر، ۴:۱۸۷

’’میں اس وقت تک طوافِ کعبہ نہیں کروں گا جب تک حضور ﷺ طواف نہ کرلیں۔‘‘

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس عمل سے دشمنانِ اسلام کو جتلا دیا کہ ہم کعبہ کو حضور ﷺ کے کہنے پر کعبہ مانتے ہیں اور اس کا طواف بھی اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اس کا طواف کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کعبے سے اپنی جذباتی وابستگی اور عقیدت کو اہمیت نہ دی حالانکہ اس کے دیدار کے لئے وہ مدت سے ترس رہے تھے اور ہجرت کے چھ سات سال بعد انہیں یہ پہلا موقع مل رہا تھا۔ اگر وہ طواف کر بھی لیتے تو حضور ﷺ نے انہیں اس سے منع نہیں کیا تھا لیکن ان کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت نسبتِ رسول ﷺ کی تھی جس کے بغیر وہ کسی عمل کو کوئی وقعت دینے کے لئے تیار نہ تھے اور حضور ﷺ کے ساتھ یہی نسبت ان کے ایمان کی بنیاد تھی۔

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا آقائے دوجہاں ﷺ کے ساتھ تعلقِ عشقی خودسپردگی اور وارفتگی کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ کتبِ احادیث میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر گوشت کا لقمہ تناول کرنے لگے۔ لوگوں نے پوچھا: حضرت! یہ دروازہ گزرگاہِ عام ہے، یہاں بیٹھ کر کھانا چہ معنی دارد؟ دیکھنے والے کیا سمجھیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جواب میں فرمانے لگے: مجھے اور تو کچھ خبر نہیں، بس اتنا پتہ ہے کہ ایک بار میرے آقا و مولا ﷺ نے یہاں بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا تھا، میں تو اس سنت پر عمل کر رہا ہوں اور اس وقت حضورِ نبی کریم علیہ السلام کی یہی ادا میرے پیشِ نظر ہے۔

ایک دفعہ وضو کے بعد بغیر کسی وجہ کے مسکرانے لگے۔ کسی نے پوچھا: آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں جبکہ کسی سے گفتگو اور مکالمہ بھی نہیں۔ فرمانے لگے: مجھے کسی سے کیا غرض! میں نے تو ایک بار حضور ﷺ کو اسی طرح وضو کرنے کے بعد مسکراتے دیکھا تھا، میں تو محبوب ﷺ کی اسی ادا کو دہرا رہا ہوں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

؎ مجھے کیا خبر تھی رکوع کی، مجھے ہوش کب تھا سجود کا
ترے نقشِ پا کی تلاش تھی کہ میں جھک رہا تھا نماز میں

اس تعلقِ عشقی کا اظہار تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں جھلکتا تھا۔

۷۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ سے تعلقِ عشق

حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کی تربیت براہِ راست آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمائی تھی۔ بچوں میں سب سے پہلے دامنِ اسلام سے وابستہ ہونا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا گیا تھا۔ اس مقام پر سیدنا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ذکر ضروری ہے جس میں آپ نے حضور ﷺ کی زیارت کی لذت آفرین کیفیت کو بیان کر کے ثابت کر دیا کہ عظمتِ رسول ﷺ کا پرچم سر بلند کرنا اور اطاعتِ مصطفےٰ ﷺ کی قندیل دل میں روشن رکھنا ہی ایمان کی اساس ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا:

كيف كان حبكم لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم؟(۱)

آپ (صحابہ کرام) کو پیغمبر اسلام ﷺ سے کس قدر محبت تھی؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كان و الله! أحب إلينا من أموالنا وأولادنا و آباء نا و أمهاتنا و من الماء البارد على الظمأ۔(۲)

”اللہ کی قسم! حضور ﷺ ہمیں اپنے اموال، اولاد، آباء و اجداد اور امہات سے بھی زیادہ محبوب تھے اور کسی پیاسے کو ٹھنڈے پانی سے جو محبت ہوتی ہے ہمیں اپنے آقا و مولا ﷺ اس سے بھی بڑھ کر محبوب تھے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ وہ زیارتِ مصطفےٰ ﷺ کے مواقع تلاش کیا کرتے تھے، آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کی خوشبو انہیں بتا دیتی کہ آقا ﷺ اس طرف گئے ہیں۔ وہ آسانی سے حضور نبیِ اکرم ﷺ کا سراغ لگا لیتے اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی تابانیوں میں اپنی روح و جان کے ساتھ بھیگ جاتے۔ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ سے وابستگی اور تقرب کا حال جاننے کے لئے یہ روایت ملاحظہ فرمائیے:

(۱) قاضی عیاض، الشفا، ۲: ۵۶۸

(۲) قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۵۶۸

سورج کا پلٹنا اور نمازِ عصر کی ادائیگی

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ غزوۂ خیبر کے دوران قلعہ صہباء کے مقام پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سرِ انور رکھ کر اِستراحت فرما رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی نمازِ عصر ادا نہیں کی تھی۔ اس وقت چاہتے تو عرض کر دیتے کہ حضور صلی اللہ علیك وسلم! تھوڑی دیر توقف فرمائیے کہ میں عصر کی نماز پڑھ لوں، پھر حاضرِ خدمت ہوجاتا ہوں۔ عقل کا تقاضا بھی یہی تھا لیکن عقل کا کام تو بقولِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بہانے تلاش کرنا اور تنقید کرنا ہے۔ فرماتے ہیں:

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اَعمال کی بنیاد رکھ

عقل کا تو شیوہ ہی تنقید ہے، جبکہ عشق آنکھیں بند کر کے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

عقل سود و زیاں کے چکر میں اُلجھی رہتی ہے جب کہ عشق بے خطر آگ میں کود کر اُسے گل وگلزار میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عشق منزل کو پالیتا ہے اور عقل گردِ سفر میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔

بو علی اندر غبارِ ناقہ گم
دستِ رومی پردۂ محمل گرفت

(بوعلی (جو کہ عقل کی علامت ہے محبوب کی) اونٹنی کے غبار میں گم ہو گیا (جبکہ عشق کے نمائندے) رومی نے ہاتھ آگے بڑھا کر (محبوب کے) کجاوے کو تھام لیا۔)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ''عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفیٰ'' کا مظہر بنتے ہوئے اپنی نماز محبوب کے آرام پر قربان کردی، جس کے نتیجے میں اس کشتۂ آتشِ عشق اور پیکرِ وفا کو وہ نماز نصیب ہوئی جو کائناتِ انسانیت میں کسی دوسرے کا مقدر نہ بن سکی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تو کب سے موقع کے متلاشی تھے کہ انہیں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت اور قرب نصیب ہو۔ وہ ایسا نادر موقع کیونکر ہاتھوں سے جانے دیتے، وہ تو زبان حال سے کہہ رہے ہوں گے:

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

چنانچہ انہوں نے موقع غنیمت جانا اور حضور ﷺ کے سرِ انور کے لئے اپنی گود بچھا دی، جس پر آپ ﷺ نے اپنا مبارک سر رکھا اور اِستراحت فرمانے لگے۔ اب نہ جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اور نہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا کہ نماز عصر ادا ہوئی کہ نہیں؟

اِدھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی خوش بختی کے کیف میں آفتابِ نبوت کو تکے جا رہے تھے اور اُدھر آفتابِ جہاں تاب اپنی منزلیں طے کرتا ہوا غروب ہوتا جا رہا تھا۔ جب ان کی نظر ڈوبتے سورج پر پڑی تو چہرۂ اقدس کا رنگ متغیر ہونے لگا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ کبھی نگاہ سورج پر ڈالتے اور کبھی محبوب ﷺ کے رخِ زیبا پر۔ کبھی مائل بہ غروب سورج کو تکتے تو کبھی آفتابِ رسالت کے طلوع کا منظر دیکھتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سورج ڈوب چلا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے، حضور ﷺ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ علی المرتضی رضی اللہ عنہ پریشانی کے عالم میں محوِ گریہ ہیں۔ پوچھا: کیا بات ہوئی؟ عرض کیا: آقا! میری نمازِ عصر رہ گئی ہے۔ فرمایا: قضا پڑھ لو۔ انہوں نے حضور رحمتِ عالم ﷺ کے چہرۂ اقدس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا، جو زبانِ حال سے یہ کہہ رہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیک وسلم کی غلامی میں نماز جائے اور قضا پڑھوں؟ اگر اس طرح نماز قضا پڑھوں تو پھر ادا کب پڑھوں گا؟

جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ قضا نہیں بلکہ نماز ادا ہی کرنا چاہتا ہے تو سرکارِ دوعالم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے، اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں دستِ اقدس دعا کے لئے بلند کر دیئے اور عرض کیا:

اللّٰھم! إنّ علیا فی طاعتک و طاعة رسولک، فاردد علیه

الشمس۔(۱)

’’اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا (کہ اس کی نماز قضا ہوگئی)، پس اس پر سورج کو پلٹا دے (تاکہ اس کی نماز ادا ہو)۔‘‘

نماز وقت پر ادا کرنا اللہ کی اطاعت ہے لیکن یہاں تو نماز قضا ہوگئی تھی اس کے باوجود حضور ﷺ اس قضا کو اللہ کی اطاعت قرار دے رہے تھے۔ کیا معاذ اللہ آرام اللہ پاک فرما رہا تھا؟ نہیں، وہ تو آرام سے پاک ہے۔ کیا نیند اللہ کی تھی؟ نہیں، وہ تو نیند سے بھی پاک ہے۔ آرام حضور علیہ السلام کا تھا، نیند حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تھی، علی رضی اللہ عنہ کی نماز حضور ﷺ کی نیند پر قربان ہوگئی۔ اب چاہیئے تو یہ تھا کہ حضور ﷺ فرماتے کہ ’’اے اللہ! علی تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا‘‘، لیکن آپ ﷺ کے اس فرمان سے اطاعت کا مفہوم بھی واضح ہوگیا کہ آپ ﷺ کی خدمت گری جیسی بھی ہو رب کی اطاعت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ آپ ﷺ کی خدمت میں مصروف تھے اس لئے ان کی قضا بھی اطاعتِ الٰہی قرار پائی۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

حدیثِ مبارک میں مذکور ہے کہ جب آقائے دو جہاں ﷺ نے دستِ اقدس دعا کے لئے بلند فرمائے تو ڈوبا ہوا سورج اس طرح واپس پلٹ آیا جیسے ڈوبا ہی نہ ہو۔ یہ تو ایسے تھا جیسے حضور ﷺ کے ہاتھوں میں ڈوریاں ہوں جنہیں کھینچنے سے سورج آپ ﷺ کی جانب کھنچا آ رہا ہو۔ یہاں تک کہ سورج عصر کے وقت پر آ گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴:۱۵۱، رقم: ۳۹۰
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۹۷
۳۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱:۴۰۰
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۸۳
۵۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۲:۱۳۷
۶۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۱۰۳

عصر ادا کی۔(۱)

۸۔ وارفتگیٔ عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور اذانِ بلالی رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے کہ لوگو تم نے کہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دو، پھر کہنے لگے کہ اب مدینے میں میرا رہنا دشوار ہے، اور شام کے شہر حلب میں چلے گئے۔ تقریباً چھ ماہ بعد آپ ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ فرما رہے تھے:

ما هذه الجفوة، يا بلال! ما آن لک أن تزورنا؟(۲)

’’اے بلال! یہ کیا بے وفائی ہے؟ (تو نے ہمیں ملنا چھوڑ دیا)، کیا ہماری ملاقات کا وقت نہیں آیا؟‘‘

خواب سے بیدار ہوتے ہی اونٹنی پر سوار ہو کر **لبیک! یا سیدی یا رسول اللہ!** کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے مسجدِ نبوی پہنچ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نگاہوں نے عالمِ وارفتگی میں آپ ﷺ کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ کبھی مسجد میں تلاش کرتے اور کبھی حجروں میں، جب کہیں نہ پایا تو آپ ﷺ کی قبر انور پر سر رکھ کر رونا شروع کر دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا کہ آکر مل جاؤ، غلام حلب سے بہرِ ملاقات حاضر ہوا ہے۔ یہ کہا اور بے ہوش ہو کر مزارِ پُر انوار کے پاس گر پڑے، کافی دیر بعد ہوش آیا۔ اتنے میں سارے مدینے میں یہ خبر پھیل گئی کہ مؤذنِ رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ آگئے ہیں۔ مدینہ طیبہ کے بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں اور بچے اکٹھے ہو کر عرض کرنے لگے کہ بلال! ایک دفعہ وہ اذان سنا دو جو محبوبِ خدا ﷺ کے زمانے میں سناتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں معذرت خواہ ہوں کیونکہ میں جب اذان پڑھتا تھا تو **أشهد أن محمداً رسول الله** کہتے وقت آپ ﷺ کی زیارت سے

---

(۱) ردِ شمس کے معجزۂ مصطفیٰ ﷺ کے تفصیلی مطالعہ کیلئے راقم کی کتاب سیرت الرسول ﷺ (جلد نہم، معجزات) ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۳۰۸

مشرف ہوتا اور آپ ﷺ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا تھا۔ اب یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے کیسے دیکھوں گا؟

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے سفارش کروائی جائے، جب وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے لیے کہیں گے تو وہ انکار نہ کرسکیں گے۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

یا بلال! نشتهی نسمع أذانک الذی کنت تؤذن لرسول الله ﷺ فی المسجد۔(۱)

''اے بلال! ہم آج آپ سے وہی اذان سننا چاہتے ہیں جو آپ (ہمارے نانا جان) اللہ کے رسول ﷺ کو اس مسجد میں سناتے تھے۔''

اب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو انکار کا یارا نہ تھا، لہٰذا اسی مقام پر کھڑے ہوکر اذان دی جہاں حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں دیا کرتے تھے۔ بعد کی کیفیات کا حال کتبِ سیر میں یوں بیان ہوا ہے:

فلما قال: الله أکبر، الله أکبر، ارتجَّت المدینة، فلما أن قال: أشهد أن لا إله إلا الله، ازداد رجّتها، فلما قال: أشهد أنّ محمداً رسول الله، خرجت العواتق من خدورهن، و قالوا: بعث رسول الله ﷺ، فما رُئی یوم أکثر باکیا ولا باکیة بالمدینة بعد رسول الله ﷺ، من ذالک الیوم۔(۲)

''جب آپ رضی اللہ عنہ نے (بآوازِ بلند) اللہ اکبر اللہ اکبر کہا، مدینہ منورہ گونج اٹھا (آپ جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے جذبات میں اضافہ ہوتا چلا گیا)، جب

(۱) ۱۔ سبکی، شفاء السقام: ۳۹
۲۔ ہیتمی، الجوہر المنظم: ۲۷

(۲) ۱۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۳۵۸
۲۔ سبکی، شفاء السقام: ۴۰
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۳۰۸

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

أشهد أن لا إله إلا الله کے کلمات ادا کئے گونج میں مزید اضافہ ہو گیا، جب أشهد أن محمدا رسول الله کے کلمات پر پہنچے تو تمام لوگ حتی کہ پردہ نشین خواتین بھی گھروں سے باہر نکل آئیں (رقت وگریہ زاری کا عجیب منظر تھا) لوگوں نے کہا رسول خدا ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں اس دن سے زیادہ رونے والے مرد و زن نہیں دیکھے گئے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اذانِ بلال رضی اللہ عنہ کو ترانۂ عشق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اُس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

۹۔ اسیرِ حسنِ مصطفٰی ﷺ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا تھے، ابو عمارہ ان کی کنیت تھی اور وہ عمر میں حضور ﷺ سے دو چار سال بڑے تھے۔ ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے انہیں بھی دودھ پلایا تھا، اس حوالے سے یہ حضور علیہ السلام کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوئے تو تحریکِ اسلامی کے اراکین کو ایک ولولۂ تازہ عطا ہوا۔ آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا واقعہ بڑا ہی ایمان افروز ہے جس سے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی حق گوئی، جرأت اور بے باکی کا پتہ چلتا ہے۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو داعیٔ اعظم کی حیثیت سے فریضۂ تبلیغ سرانجام دیتے ہوئے چھ سال ہو گئے تھے لیکن کفار و مشرکینِ مکہ کی اکثریت نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی دعوتِ حق پر کان نہیں دھرتی تھی بلکہ انہوں نے شہر مکہ کو قریۂ جبر بنا رکھا تھا اور مسلمانوں پر جو اقلیت میں تھے عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا تھا اور خود حضور ﷺ کو نہ صرف دشنام طرازیوں اور طعن و تشنیع کا ہدف بنایا جاتا بلکہ آپ ﷺ کے قتل کے منصوبے تک بنائے جا رہے تھے۔ پورے مکہ کی فضا آپ ﷺ کے خون کی پیاسی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابھی شرفِ اسلام سے محروم تھے۔ وہ شمشیر زنی، تیراندازی اور شکار و تفریح کے مشاغل میں اس قدر مشغول تھے کہ

دعوتِ اسلام پر غور کرنے کی فرصت ہی نہ مل سکی تھی۔

ایک دن حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا کوہِ صفا (یا ایک روایت کے مطابق حجون) کے مقام سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلا رہے تھے کہ ابوجہل بھی ادھر آ نکلا۔ حضور ﷺ کو دیکھا تو آپے سے باہر ہوگیا۔ وہ بدبخت اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں ہذیان بکنے لگا، لیکن حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی جبینِ اقدس پر ایک بھی شکن نمودار نہ ہوئی۔ ابوجہل گالیاں بکتا رہا، حروفِ ناروا اُس کی گندی زبان سے کانٹوں کی طرح گرتے رہے۔ اس بدبخت نے آپ ﷺ کو جسمانی اذیت کا نشانہ بھی بنایا لیکن تاجدارِ کائنات ﷺ کے لبِ اقدس پر حرفِ شکوہ تک نہ آیا۔ آپ ﷺ خاموش رہے اور اس کی ہرزہ سرائی و اذیت رسانی پر کمال صبر و تحمل سے کام لیا۔ ایک عورت اپنے گھر میں بیٹھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے لوٹے تو اس خاتون سے نہ رہا گیا اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی: کاش آپ تھوڑی دیر پہلے یہاں ہوتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ ابوجہل نے آپ کے بھتیجے سے کتنا برا سلوک کیا ہے، انہیں گالیاں دی ہیں اور اُن پر ہاتھ بھی اٹھایا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر طیش میں آ گئے، چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور کہنے لگے: ابوجہل کی یہ جرأت کہ اُس نے میرے بھتیجے محمد (ﷺ) پر ہاتھ اٹھایا ہے، تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے خانہ کعبہ میں پہنچے، ابوجہل کو دیکھا کہ کفار و مشرکین کی ایک مجلس میں بیٹھا لاف زنی کر رہا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے دشمن ابوجہل کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئے اور اس کی دریدہ دہنی اور شرارت کی سزا دینے کے لئے اپنی کمان اس کے سر پر دے ماری، جس سے اُس بدبخت شاتمِ رسول کا سر پھٹ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا اور کہا: ابوجہل! تیری یہ ہمت کہ میرے بھتیجے محمد (ﷺ) کو گالی دے اور ان سے بدسلوکی کرے۔ اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا باطن نورِ ایمان سے روشن ہو گیا اور ان کے مقدر کا ستارا اوجِ ثریا پر چمکنے لگا، اور محبتِ رسول ﷺ آنکھوں میں غیرتِ ایمانی کا چراغ بن کر جل اٹھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابوجہل سے کہنے لگے:

أتشتمه وأنا علی دینه أقول ما یقول؟ فرد ذلک علی إن

استطعت۔(۱)

’’کیا تو (میرے بھتیجے) محمد (ﷺ) کو گالیاں دیتا ہے؟ میں (بھی اُن کے دین پر ہوں اور) وہی کہتا ہوں جو وہ فرماتے ہیں، میرا راستہ روک سکتے ہو تو روک کر دیکھو۔‘‘

اور پھر چشمِ فلک نے وہ منظر بھی دیکھا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہونے کے لئے آ رہے تھے تو اصحابِ رسول کو تردد ہوا لیکن جان نثارِ مصطفےٰ ﷺ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پورے اعتماد سے گویا ہوئے کوئی بات نہیں، عمر آتا ہے تو اُسے آنے دو، اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو ٹھیک اور اگر برے ارادے سے آیا ہے تو اس کی تلوار ہی سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔

۱۰۔ سیدنا ابوہریرہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی کیفیتِ اضطراب

یوں تو دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کی آرزو اور تمنا ہر صحابی رسول کے دل میں اس طرح بسی ہوئی تھی کہ اُن کی زندگی کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی زیارت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکون کی دولت نصیب ہوتی اور معرفتِ الٰہی کے دریچے ان پر روشن ہو جاتے۔ اُن کے دل کی دھڑکن میں زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کی خواہش اس درجہ سما گئی تھی کہ اگر کچھ عرصہ کے لئے آپ ﷺ کا دیدار میسر نہ آتا تو وہ بے قرار ہو جاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر جو کیفیت گزرتی تھی اس کے بارے میں وہ خود روایت کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ نبوی میں عرض گزاری:

إنی إذا رأیتک طابت نفسی و قرت عینی، فأنبئنی عن کل شئ،

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲:۱۲۹
۲۔ طبری، التاریخ، ۱:۵۴۹
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱:۴۷۷
۴۔ طبری، ذخائر العقبیٰ، ۱:۱۷۳

قال علیہ وسلم: کل خلق اللہ من الماء۔(۱)

’’جب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں (تو تمام غم بھول جاتا ہوں اور) دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، پس مجھے تمام اشیاء (کائنات کی تخلیق) کے بارے میں آگاہ فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی تخلیق پانی سے کی ہے۔‘‘

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بھی آقا و مولا کی ایک لمحہ کی جدائی گوارا نہ تھی، اگر حضور ﷺ تھوڑی دیر کے لئے نظروں سے اوجھل ہوتے تو بے چین ہو جاتے اور آپ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے۔

ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ اپنے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفل میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ان کے درمیان سے اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے، واپسی میں ذرا تاخیر ہوگئی تو غلامانِ مصطفیٰ کے چہرے مرجھا گئے، وہ پریشان ہوئے کہ کسی نے حضور ﷺ کو نقصان نہ پہنچا دیا ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دوسروں کی نسبت زیادہ مضطرب تھے۔ جب انتظار کی گھڑیاں طویل ہوگئیں تو وہ سب تلاشِ مصطفیٰ ﷺ میں نکل پڑے۔ چلتے چلتے ایک باغ تک جا پہنچے، کوشش کے باوجود باغ کا دروازہ کہیں نظر نہ آیا، ایک چھوٹی سی نالی باغ میں داخل ہو رہی تھی۔ باقی تو باہر ٹھہر گئے لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سمٹتے سمٹاتے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے، وہاں حضور سرورِ کونین ﷺ کو دیکھ کر جان میں جان آئی۔ حضور ﷺ نے

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۲۳

۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۷۶، رقم: ۷۲۷۸

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۲۹۹، رقم: ۲۵۵۹

۴۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۱۶۸، رقم: ۶۴۱

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۱۶

۶۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۸۴، رقم: ۱۳۳

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳: ۶۳، رقم: ۲۶۷۶

۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۲۵۲، رقم: ۸۰۵۱

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

انہیں اچانک اپنے درمیان پا کر پوچھا: ’’ابوہریرہ! تم ...... یہاں؟‘‘ جی آقا! غلام حاضر ہے۔ ’’کیا بات ہے؟‘‘ حضور ﷺ نے حیران ہو کر پوچھا۔ وہ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ ہمارے درمیان سے اٹھ آئے تھے، واپسی میں دیر ہوگئی تو ہمیں اضطراب نے آ گھیرا، چنانچہ ہم آپ ﷺ کی تلاش میں نکل پڑے اور چونکہ باغ میں داخل ہونے کا کوئی دروازہ نہ تھا اس لئے میں ایک نالی کے ذریعہ سمٹ سمٹا کر باغ کے اندر آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے جاں نثار بھی میرے پیچھے تھے اور وہ باہر کھڑے ہیں۔(۱)

۱۱۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا ایک ایمان افروز واقعہ

غزوۂ تبوک حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا آخری معرکہ تھا جس میں آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ بعض جنگی حکمتِ عملیوں اور مصلحتوں کے پیشِ نظر کسی غزوۂ پر روانہ ہونے سے پہلے اپنے عزائم عام لوگوں سے خفیہ رکھا کرتے تھے لیکن غزوہ تبوک ایسا پہلا موقع تھا جب آپ ﷺ نے اعلانیہ طور پر مسلمانوں کو بھرپور جنگی تیاریوں کا حکم دیا حتی کہ نومسلموں کے لئے بھی اس مہم میں حصہ لینا لازمی قرار دے دیا۔

جب جہاد کے لئے لشکرِ اسلام کی تیاری کا اعلانِ عام ہوا۔ اُن دنوں جزیرہ نمائے عرب شدید گرمی کی لپیٹ میں آیا ہوا تھا۔ فصلِ خرما پک چکی تھی، تمازتِ آفتاب کا وہ عالم تھا کہ ہر ذی روح کو سائے کی تلاش تھی۔ اس سے قبل کافی عرصے سے قحط سالی

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱:۶۰، کتاب الایمان، رقم: ۳۱
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۰:۴۰۹، رقم: ۴۵۴۳
۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۲۱، رقم: ۱۷
۴۔ ابن مندہ، الایمان، ۱:۲۲۶، رقم: ۸۸
۵۔ ابونعیم، المسند المخرج علی صحیح الامام مسلم، ۱:۱۲۵، رقم: ۱۴۱

کے باعث مسلمان انتہائی عسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ باربرداری اور سواری کے جانوروں کی شدید قلت تھی، سفر طویل تھا اور وسائل کا فقدان ایک پریشان کن مسئلہ تھا۔ اس پر مستزاد اسلام دشمن منافقین نے اس نازک صورتحال سے فائدہ اٹھانے کے لئے لشکرِ اسلام میں وسوسے اور پھوٹ ڈالنے کی کوششیں تیز کر دی تھیں۔ کبھی وہ مسلمانوں کو موسم کی شدت سے ڈراتے، کبھی بے آب و گیاہ صحرائی سفر کی صعوبتوں کا ذکر کر کے ان کے پائے استقلال کو ڈگمگانے کی سعی کرتے اور کبھی رومیوں کی فوجی قوت کو بڑھا چڑھا کر اُن کے حربی اسلحہ اور ساز و سامان سے مسلمانوں کے حوصلے (morale) پست کرنے کا جتن کرتے، الغرض مختلف نفسیاتی حربے بروئے کار لائے جا رہے تھے۔ اس عالم میں جہاد کا اعلان مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑا امتحان اور چیلنج تھا مگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت و اتباع میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے جذبے سے سرشار تھے وہ کب ان سازشیوں کو خاطر میں لاتے۔ انہوں نے کسی مصلحت اور اندیشۂ دور و دراز کو اپنے پاؤں کی زنجیر نہیں بننے دیا اور بغیر کسی تاخیر کے اپنے آقا و مولا ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ ﷺ کی قیادت میں ہر پیر و جوان سر پر کفن باندھ کر تبوک کے طویل سفر پر روانہ ہو گیا۔ لیکن تین مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محض سستی اور غفلت کی وجہ سے پیچھے رہ گئے، اس واقعہ کی تفصیلات اہلِ سیر اور ائمہ تفسیر نے خود حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کی ہیں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے دوسرے دو ساتھی جو غزوۂ تبوک میں اسلامی لشکر کے ساتھ نہ جا سکے حضرت مرارۃ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہما تھے۔

حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کا شمار صاحبِ ثروت لوگوں میں ہوتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ سواری کے لئے ایک اونٹ خریدوں گا اور حضور ﷺ کے ساتھ لشکر میں شامل ہو جاؤں گا۔ مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہ کا بھی یہی ارادہ تھا۔ وہ بھی اونٹ خرید کر لشکرِ اسلام میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ دونوں حضرات اسی شش و پنج میں تھے کہ آج چلتے ہیں کل چلتے ہیں، جب زیادہ دن گزر گئے تو یہ سوچ غالب آ گئی کہ اب تو روانگی میں غیر معمولی تاخیر ہو چکی ہے، ممکن ہے وہ اسلامی لشکر میں شامل ہی نہ ہو سکیں، اسی ادھیڑ بن میں سفرِ جہاد پر روانہ نہ

ہوسکے۔ جب مدینہ میں گھر سے باہر نکلتے تو سوائے ضعیفوں اور منافقین کے انہیں کوئی نظر نہ آتا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا اور وہ لشکرِ اسلام میں شمولیت کی سعادت سے محروم رہ گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب تبوک سے حضور ﷺ کی واپسی کی خبر ملی تو ندامت و شرمندگی کے مارے ہم میں سے ہر ایک کو یہی خیال ہر وقت دامن گیر رہنے لگا کہ حضور ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ وہ کبھی اپنے اہلِ خانہ سے مشورہ طلب کرتے کہ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائیں تو مجھے کیا کرنا چاہیے، کبھی ذہن میں یہ خیال ابھرتا کہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنالوں گا۔ پھر ہم میں سے ہر ایک نے یہ فیصلہ کرلیا کہ نتائج خواہ کچھ بھی ہوں حضور ﷺ کی بارگاہ میں سچ کے سوا کچھ نہیں کہیں گے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ دلوں کے پوشیدہ اَحوال نورِ نبوت سے جان لیتے ہیں، ان سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔

تبوک سے واپسی پر جب حضور نبیٔ اکرم ﷺ مسجد میں ٹھہرے تو وہاں پیچھے رہ جانے والے لوگ بھی اکٹھے ہوگئے، جن کی تعداد راویانِ حدیث نے اسّی پچاسی کے لگ بھگ بیان کی ہے۔ ان میں ہر کوئی قسمیں کھا کھا کر کوئی نہ کوئی عذر پیش کر رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کی ظاہری قسموں پر اعتبار کر کے درگزر سے کام لیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میری باری آئی تو حضور ﷺ نے معنی خیز تبسم فرمایا، جس سے ناگواری اور ناراضگی جھلک رہی تھی۔ سید المرسلین ﷺ نے پوچھا: تمہیں کس بات نے پیچھے رکھا، کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میرا معاملہ کسی دنیا دار سے ہوتا تو میں بھی کوئی بہانہ بنا کر چھوٹ جاتا لیکن میرا معاملہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے لہٰذا سچ سچ بیان کروں گا۔ آقا! سچی بات یہ ہے کہ میں آسودہ حال تھا کوئی عذر اور بہانہ نہیں بس غفلت کا شکار ہوگیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا، اس لئے اب انتظار کر یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں کوئی فیصلہ کردے۔ فرماتے ہیں: میں محفل سے اٹھا تو بنی مسلمہ کے چند آدمی اٹھ کر میرے ساتھ باہر آئے اور مجھے ملامت

کرنے لگے، حتیٰ کہ میں نے سوچا کہ واپس جا کر اپنا بیان بدل دوں کہ مجھے حضرت معاذ بن سہیل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ انہوں نے میری ہمت بندھائی کہ سچ پر قائم رہو، اللہ تمہارے لئے کشادگی کی کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر دے گا۔ اِسی طرح حضرت ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہ اور مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہ کا یہی معاملہ رہا۔

یہ تینوں مخلصین کڑی آزمائش میں ڈالے گئے۔ حضور ﷺ نے اُن کے سماجی مقاطعہ (social boycott) کا حکم صادر فرمایا تو نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ لوگوں نے ان سے بات چیت تک کرنا چھوڑ دی۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سماجی مقاطعہ کے نتیجہ میں لوگ ہم سے اجتناب کرنے لگے۔ دوسرے دو ساتھی تو شرم کے مارے گھروں سے باہر نہ نکلے۔ میں ہمت کر کے بازار میں جاتا، مسجد میں نماز پڑھتا، لوگوں کو سلام کہتا لیکن کوئی جواب نہ دیتا۔ حضور ﷺ کو سلام کرتا تو وہ منہ پھیر لیتے۔ جب میں نماز میں متوجہ ہو جاتا تو حضور ﷺ مجھے دیکھتے لیکن جب میں دیکھتا تو اعراض فرماتے۔ ایک دن میں اپنے چچازاد اور بچپن کے دوست ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی دیوار پر چڑھ کر بڑے رنج اور کرب سے کہنے لگا کہ تم میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے، تم تو مجھے بچپن سے جانتے ہو، میں منافق نہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے یہ جملہ تین بار دہرایا تو اُس نے صرف اتنا کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ یہ جواب سن کر میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور بوجھل دل کے ساتھ واپس لوٹ آیا۔

یہ تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم توفیقِ ایزدی سے اس کڑی آزمائش اور امتحان کے کڑے مرحلے سے گزرے لیکن زبان سے اُف تک نہ کی۔ جب اس سوشل بائیکاٹ کے پہاڑ جیسے چالیس دن گزر گئے تو بارگاہِ نبوی سے حکم صادر ہوا کہ اپنی بیویوں سے بھی علیٰحدہ ہو جاؤ۔ یہ بڑا نازک مرحلہ تھا۔ جذباتی سطح پر ایک طوفان کھڑا ہو سکتا تھا لیکن ایک لمحہ کا توقف کئے بغیر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: کیا طلاق دے دوں؟ بتایا گیا کہ نہیں صرف وقتی طور پر علیحدگی اختیار کر لو۔ یہ حکم ملتے ہی میں

نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا۔ ادھر حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے رو روکر اپنا برا حال کر رکھا تھا۔ ان کی زوجہ محترمہ حضور ﷺ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوئیں، عرض کیا: یا رسول اللہ! ہلال رضی اللہ عنہ بڑی عمر کے ہیں، رو روکر ہلکان ہوئے جا رہے ہیں، جب سے سماجی مقاطعہ ہوا ہے فرطِ غم سے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا ہے، کسی وقت چند لقمے لے لیتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، ساری ساری رات نوافل ادا کرتے اور توبہ و استغفار کرتے گزارتے ہیں، ڈر ہے کہیں وہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کوئی خادم بھی نہیں کہ ان کی دیکھ بھال کر سکے، اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں حسبِ سابق ان کی خدمت بجا لاتی رہوں؟ کتبِ سیر و احادیث میں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو بھی کسی نے مشورہ دیا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی بیوی کو اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت لے لیں۔ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی بارگاہ میں یہ عرض کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ نجانے حضور ﷺ کیا جواب ارشاد فرمائیں، میں یہ سوال کرنے کی جرات نہیں رکھتا۔ اسی کشمکش میں پچاس دن گزر گئے۔

ان صبر آزما لمحات میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ پر ایک ایسی مصیبت اور آزمائش کا مرحلہ آیا جس نے ان کے دن کے سکون اور رات کے آرام کو غارت کردیا۔ وہ فرماتے ہیں: ''میں ایک روز مدینہ کے بازار میں گھوم رہا تھا کہ ایک شامی کسان جو مدینہ میں غلہ فروخت کرنے آیا کرتا تھا، وہ میرے بارے میں لوگوں سے پوچھتا پھر رہا تھا کسی نے اشارے سے میرا پتہ بتا دیا تو وہ میرے پاس آ گیا۔ اس نے مجھے شاہِ غسان کا ریشمی غلاف میں ملفوف ایک خط دیا۔ اس میں جو کچھ لکھا تھا وہ اس طرح تھا:

أما بعد! فإنه قد بلغني أن صاحبک قد جفاک ولم یجعلک اللہ بدار ھوان ولا مضیعة، فالحق بنا نواسک۔(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۶۰۶، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۵۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۱۲۵، کتاب التوبة، رقم: ۲۷۶۹
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۵۸

←

''اما بعد! مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ تیرا صاحب (مراد حضور نبی اکرم ﷺ) تجھ سے ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت و رسوائی اور ضائع ہونے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ ہمارے پاس چلے آؤ ہم تم سے بہتر سلوک کریں گے۔''

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شاہی مکتوب پڑھنے کے بعد میں نے اپنے آپ سے کہا: یہ پہلے سے بھی زیادہ کڑی آزمائش ہے، (افسوس کہ) میرے ایمان پر حملہ کرنے کے لئے ایک مشرک بادشاہ بھی مجھ پر ڈورے ڈالنے لگا ہے۔ میں نے اس کا خط پھاڑ کر تنور میں پھینک دیا (اور اس کی مذموم پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا)۔

ان مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آزمائش کا مرحلہ پچاس دنوں کے بعد مکمل ہوا، اللہ رب العزت نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اس کا اعلان بذریعہ وحی فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بشارت دی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں مبارک باد دینے کے لیے ان کے گرد جمع ہوگئے کہ وہ ہر کڑے امتحان میں سرخرو نکلے تھے۔ اللہ رب العزت نے قرآن

.... ۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۶۰، رقم: ۳۳۷۰

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۵

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۲۴، رقم: ۳۷۰۰۷

۷۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۴۰۳، رقم: ۹۷۴۴

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۴۵، رقم: ۹۰

۹۔ طبری، تفسیر، ۱۱: ۶۰

۱۰۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۵: ۲۱۸

۱۱۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، ۴: ۴۵

۱۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۵۵۴

۱۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۱۲۵

۱۴۔ ابن عبد البر، الدرر، ۱: ۲۴۵

۱۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۲۵

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

میں ارشاد فرمایا:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ مِنْۢ بَعْدِ مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْھُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ ط اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ○ وَّ عَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ط حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ وَ ظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ ط ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ لِیَتُوْبُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ○(۱)

’’یقیناً اللہ نے نبی (معظم) پر رحمت سے توجہ فرمائی اور ان مہاجرین اور انصار پر (بھی) جنہوں نے (غزوہ تبوک کی) مشکل گھڑی میں (بھی) آپ کی پیروی کی اس (صورت حال) کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے، پھر وہ ان پر لطف و رحمت سے متوجہ ہوا، بیشک وہ ان پر نہایت شفیق، نہایت مہربان ہے○ اور ان تین شخصوں پر (بھی نظر رحمت فرمادی) جن (کے فیصلہ) کو موخر کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں بجز اس کی طرف (رجوع کے) تب اللہ ان پر لطف و کرم سے مائل ہوا تاکہ وہ (بھی) توبہ و رجوع پر قائم رہیں، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا، نہایت مہربان ہے○‘‘

ایمان کی پختگی اور استقامت کا یہ واقعہ دراصل ان عاشقانِ زار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا جو حقیقتاً حسنِ مصطفی ﷺ کے اسیر تھے، وہ تو اپنے آقا و مولا کو چھوڑ کر کسی اور کے در کی دریوزہ گری کا تصور بھی نہ کرسکتے تھے۔ انہوں نے اپنے محبوب اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی طرف سے دی گئی ہر کڑی سے کڑی آزمائش کو نہ صرف خندہ پیشانی سے قبول کیا

(۱) القرآن، التوبہ، ۹:۱۱۷،۱۱۸

بلکہ امتحان کی بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔ اسلام دشمن صاحبانِ اقتدار و اختیار نے تو ایسے موقعوں پر بھی اُن کے قصرِ ایمان میں نقب لگانے کی اپنی سی کوشش کی مگر وہ کسی لالچ اور دُنیوی مفاد کو خاطر میں نہ لائے، اس لئے کہ وہ تو حسنِ مصطفیٰ کے اسیر تھے اور دنیا کی کوئی طاقت کسی قیمت پر ان کی وفاداری کا سودا نہیں کرسکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بڑی سے بڑی پیشکش کو بھی انہوں نے پائے اِستحقار سے ٹھکرادیا اور اپنے محبوب ﷺ کی ناراضی پر کسی پرکشش مادی منفعت کو بھی ترجیح نہ دی اور ہر نئی بلا اور مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔

۱۲۔ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کا فقید المثال جذبۂ حبّ رسول ﷺ

غزوۂ تبوک کے موقع پر مسلمان اپنے محبوب نبی ﷺ کے اعلانِ جہاد کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اطاعت و اتباع اور ایثار و بے نفسی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ وہ اپنی جان کی پروا کر رہے تھے اور نہ انہیں مال و دولت اور اہل و عیال کی محبت مرغوب تھی۔ ایسے میں بعض مخلص اور سچے اہلِ ایمان بھی بوجوہ پیچھے رہ گئے لیکن جب انہیں محبوبِ خدا ﷺ یاد آئے اور ان کی چشمِ تصور میں اللہ کے پیارے نبی ﷺ کا حسنِ بے مثال منور و تاباں ہوا تو وہ دنیا کی تمام آسائشوں اور مرغوبات کو ٹھکراتے ہوئے سیدھے آقا ﷺ کے قدموں میں آ گرے۔ ایسے عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ میں سے ایک جاں نثار صحابی حضرت ابوخیثمہ مالک بن قیس رضی اللہ عنہ کا نام بھی آتا ہے۔ وہ بھی بوجوہ بروقت لشکرِ اسلام کے ساتھ روانہ نہ ہوسکے تھے لیکن احساسِ ندامت نے انہیں جلدی رختِ سفر باندھنے پر مجبور کردیا اور وہ سیدھے جا کر حضور نبئ اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہوگئے۔ ان کی روانگی کا واقعہ بڑا ہی ایمان افروز اور حبِ رسول ﷺ کا آئینہ دار ہے۔ اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ ان کی دو بیویاں تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بڑے حسن و جمال سے نوازا تھا۔ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے غزوۂ تبوک کے موقع پر خطۂ عرب شدید قحط کی زد میں تھا اور اوپر سے سورج بھی آگ برسا رہا تھا۔ انہی ایام میں جب مجاہدینِ اسلام تبوک کی طرف روانہ ہونے کو تھے حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ اپنے کھجوروں کے باغ میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی دونوں بیویوں نے باغ کے اندر اپنے سائبانوں کو خوب اچھی طرح

آراستہ پیراستہ کر کے اور پانی کے چھڑکاؤ سے خوب ٹھنڈا کر رکھا تھا۔ شدید گرمی کے اس موسم میں جب ہر ذی روح العطش العطش پکار رہا تھا ٹھنڈے پانی کا بھی وافر بندوبست تھا۔

علاوہ ازیں دونوں بیگمات خوب بن سنور کر ان کے لئے سراپا انتظار تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر نامدار کے لئے کھانا بھی تیار کر رکھا تھا اور دونوں کی یہی خواہش تھی کہ وہ پہلے اس کے خیمے میں آئیں۔ جب حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ باغ کے اندر آئے تو دروازے پر کھڑے ہوکر دونوں بیویوں کے بناؤ سنگھار کو دیکھا، ان کے خیموں کا خوب جائزہ لیا جنہیں انہوں نے بلا کی گرمی میں بے حد آرام دہ اور ٹھنڈا بنا رکھا تھا۔ اس موقع پر حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کے عشق کا امتحان ہوا، لیکن انہوں نے اس ظاہری اور عارضی آرام اور عیش و عشرت پر اس دائمی و ابدی آرام کو ترجیح دی جو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں ان کا منتظر تھا۔ اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ اس موقع پر انہوں نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ فی الضح والرّیح والحر، وأبو حیثمة فی ظل بارد و طعام مهیّا، و امرأة حسناء فی ماله مقیم، ما هذا بالنصف! ثم قال: واللہ! لا أدخل عریس واحدة منکما حتی الحق برسول اللہ ﷺ فهیّأ لی زاداً، ففعلتا۔(۱)

”رسول اللہ ﷺ تو دھوپ، آندھی اور گرمی میں سفر پر ہوں اور ابوخیثمہ یہاں ٹھنڈے سائے، تیار کھانے اور خوبرو حسین و جمیل بیویوں کے ہمراہ اپنے مال و

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۵: ۲۰۰
۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۷
۳۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، ۴: ۱۳
۴۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۵۳۰
۵۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۴: ۱۶۴۲
۶۔ ابوعبداللہ الدورقی، مسند سعد بن ابی وقاص، ۱: ۱۴۰، رقم: ۸۰

متاع میں محوِ استراحت ہو، یہ قرینِ انصاف نہیں۔ پھر (اپنی بیویوں کو مخاطب کر کے) فرمایا: خدا کی قسم! میں تم دونوں میں سے کسی ایک کے بھی سائبان میں داخل نہیں ہوں گا یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جا ملوں، لہٰذا تم دونوں فوراً میرے لئے زادِراہ کا انتظام کرو، چنانچہ دونوں بیویوں نے ان کے لئے زادِراہ تیار کیا۔‘‘

لشکرِ اسلام سوئے تبوک روانہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ بلاتاخیر حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ بلاتاخیر رسول اللہ ﷺ کی تلاش و جستجو میں روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ تبوک پہنچ کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا، جسے سن کر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور ان کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ یوں یہ عاشقِ صادق اور اسیرِ حسنِ مصطفیٰ ﷺ اپنے محبوب ﷺ کے جلووں سے فیض یاب ہوا۔

۱۳۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کشتۂ عشقِ رسول ﷺ

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کا شمار سابقین اولین میں ہوتا ہے۔ آپ مشرک اور اسلام دشمن عورت اُم اَنمار بنت سباع الخزعیہ کے غلام تھے۔ جب اسے پتہ چلا کہ شمعِ ایمان آپ کے سینے میں روشن ہو چکی ہے اور وہ چوری چھپے حضور نبیٔ اکرم ﷺ سے ملتے رہتے ہیں تو اس نے اس نور کو بجھانے کے لئے ظلم و بربریت کی حد کر دی۔ وہ آپ کے سر کو لوہا تپا کر داغتی لیکن اسے کیا خبر تھی کہ جو ایک دفعہ محبوب کی زلفوں کا اسیر ہو جائے وہ ایسی سزاؤں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ کسی نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی حالتِ زار کی خبر حضور ﷺ کو کر دی تو آپ ﷺ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ان کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا:

اللھم! انصر خباباً۔(۱)

’’اے اللہ! خباب کی مدد فرما!‘‘

(۱) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۸۲

ہمہ وقت مستجاب الدعوات نبی ﷺ کی اس دعا کا فوری اثر یہ ہوا کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی مالکہ اُم انمار کو سر میں شدید درد کے دورے پڑنے شروع ہوگئے اور اس کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ شدت درد سے کتے کی طرح بھونکتی تھی۔ کسی نے اسے مشورہ دیا کہ اس میں کمی کے لیے سر کو داغنا کارگر ہوگا۔ اس مشورہ پر عمل کرنے کے لئے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مامور کیا گیا اور وہ اس کو لوہے کی گرم سلاخ سے داغتے رہے۔

اس کشتۂ وفا کو دامنِ مصطفی ﷺ سے وابستہ ہونے سے روکنے کے لئے طرح طرح کے حربے آزمائے جاتے رہے لیکن ان کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ انہیں شدت کی گرمی میں لوہے کی ذرہ پہنا کر دھوپ میں پھینک دیا جاتا اور کبھی برہنہ بدن جھلستی ہوئی ریت پر چت لٹا دیا جاتا، جس سے ان کی کمر کا گوشت تمازتِ آفتاب سے جھلس کر رہ جاتا مگر ایمان کی قندیل جو حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے دل میں فروزاں تھی اس کی لَو ذرا مدھم نہ ہوئی۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ پیشہ کے اعتبار سے لوہار تھے۔ ایک دفعہ عاص بن وائل نامی مشرک نے ان سے لوہے کا کام عاریتاً کرایا لیکن جب انہوں نے طے شدہ رقم ادا کرنے کا مطالبہ کیا تو عاص بن وائل نے نہایت ڈھٹائی سے یہ کہہ کر کچھ رقم کرنے سے انکار کر دیا کہ میں اس وقت تک واجب الادا رقم نہیں دوں گا جب تک تم محمد (ﷺ) پر ایمان لانے سے انکار نہیں کر دیتے۔ اگر تم منحرف ہوگئے تو تمہیں تمہارا واجب الادا قرض لوٹا دوں گا ورنہ نہیں۔ اس پر اس پیکرِ وفا نے یہ کہہ کر اس کافر کا منہ بند کر دیا:

إني لن أكفر بمحمدٍ ﷺ حتى تموت ثم تبعث۔(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۷۶۱، کتاب التفسیر، رقم: ۴۴۵۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۱۵۳، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، رقم: ۲۷۹۵
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۱۸، ابواب التفسیر، رقم: ۳۱۶۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۱۰
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۲۴۳، رقم: ۴۸۸۵

←

’’میں ہرگز ہرگز حبیبِ خدا حضرت محمد ﷺ کا انکار نہیں کروں گا حتی کہ تو مر کر دوبارہ زندہ کیا جائے۔‘‘

اس پر وہ لعین بولا کہ جب میں دوبارہ اپنے مال و اولاد کے ساتھ زندہ ہو کر آؤں گا تو تجھے تیرا ادھار ادا کردوں گا۔ اس کی کفر آمیز گفتگو کی مذمت میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں:

اَفَرَاَیتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیَاتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالاً وَّ وَلَدًاO اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًاO کَلَّا ط سَنَکْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَ نَمُدُّلَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّاO وَّ نَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ وَ یَاْتِیْنَا فَرْدًاO (۱)

’’کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہنے لگا کہ مجھے (قیامت کے روز بھی اسی طرح) مال و اولاد ضرور دیئے جائیں گےo وہ غیب پر مطلع ہے یا اُس نے (خدائے) رحمٰن سے (کوئی) عہد لے رکھا ہےo ہرگز ہرگز نہیں! اب ہم وہ سب کچھ لکھتے رہیں گے جو وہ کہتا ہے اور

.........۶۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۳۶۴، رقم: ۱۱۳۲۲

۷۔ شاشی، المسند، ۲: ۴۰۹، رقم: ۱۰۰۶

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۶۹، رقم: ۳۶۶۵

۹۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۲۳۸، رقم: ۱۶۲۵

۱۰۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۱: ۱۴۵

۱۱۔ طبری، جامع البیان، ۱۶: ۱۲۰

۱۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۱۳۶

۱۳۔ بغوی، معالم التنزیل، ۳: ۲۰۸

۱۴۔ آلوسی، روح المعانی، ۱۶: ۱۲۹

۱۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۱۶۴

۱۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۵۹

(۱) القرآن، مریم، ۱۹: ۷۷۔۸۰

اس کے لئے عذاب (پر عذاب) خوب بڑھاتے چلے جائیں گےo اور (مرنے کے بعد) جو یہ کہہ رہا ہے اس کے ہم ہی وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا (اس کے مال و اولاد ساتھ نہ ہوں گے)o‘‘

ائمہ حدیث اور مفسرین نے ان آیات قرآنیہ کے شانِ نزول میں محولہ بالا واقعہ درج کیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی اس وفاداری بشرطِ اُستواری کے باعث ان سے بہ دل و جاں محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے آپ کو اپنی مسند پر بٹھانے کا اعزاز بخشا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کفار کے ہاتھوں پہنچنے والی اذیت کی تفصیل دریافت کی تو انہوں نے اپنی کمر سے قمیص ہٹا کر امیر المؤمنین کو وہ داغ اور نشانات دکھائے جو اس ظلم و تشدد کا نتیجہ تھے۔ خلیفۃ المسلمین نے ان کی کمر دیکھ کر فرمایا:

ما رأيت كاليوم ظهر رجل۔

’’میں نے تو آج تک کسی کی ایسی کمر نہیں دیکھی۔‘‘

اس کے جواب میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ تفصیل آپ رضی اللہ عنہ کے گوش گذار کی:

لقد أوقدت ناراً و سحبت عليها، فما أطفأها إلا ودک ظهری۔(۱)

’’مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا جاتا تھا حتی کہ میری کمر کی چربی (اور

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۱۶۴، ۱۶۵
۲۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۱: ۱۴۴
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۸۳
۴۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۲: ۴۳۹، رقم: ۶۲۸
۵۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲: ۱۴۷۔ ۱۴۹

خون) سے وہ آگ بجھتی تھی۔‘‘

یہ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کی کشش اور دلآویزی تھی کہ جو ایک دفعہ آپ ﷺ کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر ہو جاتا پھر خواہ اس کا جسم پرزے پرزے کیوں نہ کر دیا جاتا تو اسے کوئی پروا نہ ہوتی، عشق کا نشہ ایسا نہیں تھا کہ جسے کوئی ترشی اتار سکتی۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے ۳۷ھ میں وفات پائی اور کوفہ میں دفن ہوئے۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان کی قبر سے گزر ہوا تو انہوں نے اس عاشقِ زار کی شان میں ارشاد فرمایا:

رحم اللہ خباباً، أسلم راغباً، و ھاجر طائعاً، و عاش مجاھداً، و ابتلی فی جسمہ۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ حضرت خباب پر رحم فرمائے، اپنی خوشی سے اسلام لائے اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گزار دی اور (رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے پر کفار و مشرکین کی طرف سے) جسمانی اذیتیں برداشت کیں۔‘‘

۱۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جذبۂ عشقِ رسول ﷺ

اسیرانِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ میں خادمِ رسالت مآب حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی صفِ اوّل میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آنکھ کھولی تو گھر کی فضا کو اللہ اور اُس کے محبوب رسول ﷺ کے تذکارِ جمیل سے معمور پایا، گھر کا ہر فرد جاں نثارِ مصطفیٰ ﷺ تھا۔ حبِّ

---

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۲۹۹،
۲۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۲: ۲۵۸، رقم: ۲۲۱۲
۳۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۳: ۱۰۸
۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲: ۱۴۹
۵۔ عبد الرحمٰن مبارکپوری، تحفۃ الأحوذی، ۴: ۳۹

رسول ﷺ اُنہیں وراثت میں ملی تھی، دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت پر بھی مامور رہے، پیغمبرِانسانیت ﷺ کی سیرت و کردار سے اتنے متأثر ہوئے کہ ہر وقت عشقِ رسول ﷺ کی فضائے کیف و سرور میں گم رہتے۔ جب تاجدارِ کائنات ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ پر بھی قیامت ٹوٹ پڑی۔ جس شفیق ہستی کا ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل ہونا دل پر شاق گزرتا تھا، اس عظیم ہستی کی یاد میں آنکھیں اشکبار رہتیں۔ حضور ﷺ کے تبرکات کی زیارت کرتے تو دل کو اطمینان ہوتا۔ ذکرِ نبی ﷺ کی محفل سجاتے، خود بھی تڑپتے اور دوسروں کو بھی تڑپاتے۔

ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان فرما رہے تھے، حضور ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمانے لگے:

> **ولا مَسِسْتُ خزّة ولا حريرَة ألين من كف رسول الله ﷺ، و لا شَمِمْتُ مسكة و لا عبيرة أطيب رائحة من رائحة رسول الله ﷺ۔(۱)**

> ’’اور میں نے آج تک کسی دیبا اور ریشم کو مَس نہیں کیا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ کہیں ایسی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کے جسمِ اَطہر کی خوشبو سے بڑھ کر ہو۔‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اکثر خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوتی۔ مثنیٰ بن سعید روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۹۶، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۷۲
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۰۷
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۱، رقم: ۶۳۰۳
۵۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۵، رقم: ۶۱

ما من ليلةٍ إلاّ وأنا أرى فيها حبيبى، ثم يبكى۔(۱)

’’(آپ ﷺ کے وصال کے بعد) کوئی ایک رات بھی ایسی نہیں گذری جس میں میں اپنے حبیب ﷺ کی زیارت نہ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ زار و قطار رونے لگے۔‘‘

۱۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی محبتِ رسول ﷺ

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزندِ ارجمند سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی اسیرانِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ میں بڑے ادب سے لیا جاتا ہے، آپ بھی اپنے عظیم باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے محبتِ رسول کا پیکرِ اتم بن گئے تھے:

وكان ابن عمر يتحفظ ما سمع من رسول الله ﷺ و يسأل من حضر إذا غاب عن قوله وفعله وكان يتبع آثاره فى كل مسجد صلى فيه وكان يعترض براحلته فى طريق رأى رسول الله ﷺ عرض ناقته وكان لا يترك الحج وكان إذا وقف بعرفة يقف فى الموقف الذى وقف فيه رسول الله ﷺ۔(۲)

’’حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتے اُسے یاد کر لیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی غیرموجودگی میں آپ ﷺ کے بارے میں پوچھتے رہتے اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال کا پورا ریکارڈ رکھتے۔ اتباعِ سنت میں جس جس جگہ آپ ﷺ نے نمازیں پڑھی ہوتیں وہیں پہ سجدہ ریز ہوتے۔ سفر کیلئے وہ راستے اختیار کرتے جن پر آپ ﷺ نے سفر کیا ہوتا اور ہر سال حج ادا کرتے اور وقوفِ عرفہ کے وقت اس جگہ ٹھہرتے جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے

(۱) ا۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷: ۲۰
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۳: ۴۰۳

(۲) عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۸۶

قیام فرمایا ہوتا۔‘‘

کتب احادیث و سیر میں ان کے حوالے سے ایک روایت ہے:

ما ذكر ابن عمر رسول الله ﷺ إلا بكى، و لا مرّ على ربعهم إلا غمض عينيه۔(۱)

’’عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے رو پڑتے، اور جب بھی آپ ﷺ کے ٹھکانوں پر گزرتے آنکھیں بند کر لیتے۔‘‘

حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ ان کا پاؤں سُن ہو گیا، میں نے تجویز پیش کی:

أذكر أحب الناس إليك، فقال: يا محمداه، فانتشرتْ۔(۲)

’’جو ہستی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اُس کا نام لیجئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (آقا علیہ السلام کو پکارتے ہوئے) کہا: اے محمد، صلى الله عليك وسلم! مدد فرمائیے۔ دوسرے ہی لمحے ان کا پاؤں ٹھیک ہو چکا تھا۔‘‘

۱۶۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی غلامئ رسول ﷺ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خادم تھے۔ وہ ایک قافلے کے ساتھ

(۱) ۱۔ بیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، ۱: ۱۴۸، رقم: ۱۱۳
۲۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۸۷
۳۔ ابن قیسرانی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۳۸

(۲) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۱۸
۲۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۳۳۵، رقم حدیث: ۹۶۴
۳۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۳۶۹، رقم: ۲۵۳۹
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴: ۱۵۴
۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۱: ۳۹۹
۶۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۷: ۱۴۲

اپنے ننھیال جا رہے تھے کہ ایک ناگہانی مصیبت کا شکار ہو گئے۔ بنو قیس نے اُن کے قافلے کو لوٹ لیا۔ حکیم بن حزام نے کمسن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنو قیس سے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لئے خرید لیا۔ جب انہیں حضور ﷺ سے نکاح کا اعزاز حاصل ہوا تو انہوں نے زید کو حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، یوں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو غلامی رسول ﷺ کا اعزاز حاصل ہوا۔

قافلے کے لوٹے جانے کی خبر سے قیامت ٹوٹ پڑی اور زید کے والدین کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ زید زندہ بھی ہے یا نہیں۔ وہ بیٹے کی جدائی سے بہت پریشان تھے اُنہوں نے اس کی تلاش جاری رکھی۔ حج پر آئے ہوئے لوگوں نے زید کو پہچان لیا اور انہیں ان کے والد کی حالتِ زار سے آگاہ کیا۔ زید کے والد کو جب بیٹے کا سراغ ملا تو وہ مکہ پہنچے اور حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض پیرا ہوئے کہ زید کو فدیہ لے کر آزاد کر دیں، ہم زندگی بھر آپ کے ممنونِ احسان رہیں گے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر زید تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے تو میں کسی قسم کا فدیہ لئے بغیر ہی اسے تمہارے ساتھ بھیجنے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا گیا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟ وہ بولے: کیوں نہیں! یہ میرے والدِ گرامی ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اگر اپنے والد کے ساتھ جانا چاہو تو بخوشی جا سکتے ہو اور اگر میرے پاس رہنا چاہو تو بھی رہ سکتے ہو۔ یہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا امتحان تھا، ایک طرف وہ باپ تھا جو مدت سے اس کی تلاش میں تھا، اور زید کے دل میں بھی باپ کی محبت کا سمندر موجزن تھا لیکن اسے دوسری طرف نبیٔ آخرالزماں ﷺ کی غلامی کا شرفِ عظیم بھی حاصل تھا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فیصلہ کرتے ہوئے ایک لمحہ کے لئے بھی کسی تذبذب کا شکار نہیں ہوئے، اور کہا کہ میں حضور ﷺ کے قدموں سے جدا نہیں ہوں گا۔ فرمایا:

ما أنا بالذی أختار علیک أحداً! أنت منی بمکان الأب والأم فقالا: ویحک یا زید! أتختار العبودیة علی الحریة، و علی أبیک و عمک و أهل بیتک؟ قال: نعم، إنی قد رأیت من هٰذا

الرجل شيئاً ما أنا بالذی أختار عليه أحداً أبداً۔ فلما رأى رسول الله ﷺ ذالک، أخرجه إلى الحجر، فقال: يا من حَضَرَ اشهدوا أن زيداً ابنی أرثه و يرثنی، فلما رأى ذالک أبوه و عمه طابت أنفسها و انصرفا۔(۱)

''(یارسول اللہ!) میں آپ کے مقابلے میں بھلا کسی اور کو ترجیح دے سکتا ہوں! آپ میرے لئے ماں باپ کے مقام پر ہیں۔ اس بات پر ان دونوں (آپ کے والد اور چچا) نے کہا ارے زید! تو ہلاک ہو، غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو؟ اور اپنے والد، چچا اور سب گھر والوں کو چھوڑ رہے ہو؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں بے شک میں نے اس شخص (حضور نبیٔ اکرم ﷺ) میں ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلے میں کسی اور چیز کو پسند نہیں کرسکتا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سنی تو خوش ہو کر اُنہیں اپنی آغوش میں لیا اور حاضرین کو گواہ بنا کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے، ہم ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ جب ان کے باپ اور چچا نے یہ منظر دیکھا تو نہایت خوش ہوئے اور انہیں (حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس) چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔''

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اُنہوں نے قسم کھا کر کہا:

والله! العبودية عند محمد ﷺ أحب الی من أن اکون عندکم۔(۲)

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۴۲

۲۔ قرطبی، تفسیر، ۱۴: ۱۱۸

۳۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲: ۳۵۱

۶۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۳۹

۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۲: ۵۹۹

۴۔ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۳۸۱

(۲) قرطبی، تفسیر، ۱۴: ۱۹۳

’’خدا کی قسم: محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی مجھے تمہارے پاس رہنے سے زیادہ مرغوب ہے۔‘‘

۱۷۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آتشِ شوق

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ کتبِ تاریخ و سیر میں تفصیل سے درج ہے۔ آتش پرستی سے توبہ کر کے عیسائیت کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ پادریوں اور راہبوں سے حصولِ علم کا سلسلہ بھی جاری رہا، لیکن کہیں بھی دل کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔ اسی سلسلے میں اُنہوں نے کچھ عرصہ عموریا کے پادری کے ہاں بھی اس کی خدمت میں گزارا۔ عموریا کا پادری الہامی کتب کا ایک جید عالم تھا۔ اس کا آخری وقت آیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب میں کس کے پاس جاؤں؟ اُس عالم نے بتایا کہ نبیٔ آخرالزماں (ﷺ) کا زمانہ قریب ہے۔ یہ نبی دینِ ابراہیمی کے داعی ہوں گے۔ اور پھر عموریا کے اُس پادری نے مدینہ منورہ کی تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بتا دیں کہ نبی آخرالزماں (ﷺ) مکہ سے ہجرت کر کے کھجوروں کے جھنڈ والے اس شہرِ دلنواز میں سکونت پذیر ہوں گے۔ عیسائی پادری نے اللہ کے اس نبی کے بارے میں بتایا کہ وہ صدقہ نہیں کھائیں گے البتہ ہدیہ قبول کر لیں گے اور یہ کہ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی۔ پادری اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا، تلاشِ حق کے مسافر نے عموریا کو خداحافظ کہا اور سلمان فارسی شہرِ نبی کی تلاش میں نکل پڑے۔ سفر کے دوران حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چند تاجروں کے ہتھے چڑھ گئے لیکن تلاشِ حق کے مسافر کے دل میں نبیٔ آخر الزماں ﷺ کے دیدار کی تڑپ ذرا بھی کم نہ ہوئی بلکہ آتشِ شوق اور بھی تیز ہوگئی۔ یہ تاجر اُنہیں مکہ لے آئے، جس کی سرزمین نبی آخرالزماں ﷺ کا مولد پاک ہونے کا اِعزاز حاصل کر چکی تھی۔ تاجروں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنا غلام ظاہر کیا اور اُنہیں مدینہ (جو اُس وقت یثرب تھا) کے بنی قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اُنہوں نے یہودی کی غلامی قبول کر لی ...... یہودی آقا کے ساتھ جب وہ یثرب (مدینہ منورہ) پہنچ گئے تو گویا اپنی منزل کو پا لیا۔

عموریا کے پادری نے یثرب کے بارے میں انہیں جونشانیاں بتائی تھیں وہ تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیں، وہ ہر ایک سے نبی ٔ آخرالزماں ﷺ کے ظہور کے بارے میں پوچھتے رہتے لیکن ابھی تک قسمت کا ستارا اَوجِ ثریا پر نہ چمک پایا تھا اور وہ بے خبر تھے کہ نبی ٔ آخرالزماں ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے اس شہرِ خنک میں تشریف لا نے والے ہیں۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے یہودی مالک کے کھجوروں کے باغ میں کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے تھے کہ اُنہوں نے اپنے یہودی مالک کو کسی سے باتیں کرتے ہوئے سنا کہ مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں آ نے والی ہستی نبی ٔ آخرالزماں ﷺ ہونے کی داعی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا دل مچل اٹھا، اور تلاشِ حق کے مسافر کی صعوبتیں لمحۂ مسرت میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ وہ ایک طشتری میں تازہ کھجوریں سجا کر والی ٔ کونین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ صدقے کی کھجوریں ہیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے وہ کھجوریں یہ فرما کر واپس کر دیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ عموریا کے پادری کی بتائی ہوئی ایک نشانی سچ ثابت ہو چکی تھی۔ دوسرے دن پھر ایک خوان میں تازہ کھجوریں سجائیں اور کھجوروں کا خوان لے کر رسولِ ذی حشم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یہ ہدیہ ہے، قبول فرما لیجئے۔ حضور ﷺ نے یہ تحفہ قبول فرما لیا اور کھجوریں اپنے صحابہ میں تقسیم فرما دیں۔

دو نشانیوں کی تصدیق ہو چکی تھی۔ اب مُہرِ نبوت کی زیارت باقی رہ گئی تھی۔ تاجدارِ کائنات ﷺ جنت البقیع میں ایک جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور ایک جگہ جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آقائے دوجہاں ﷺ کی پشت کی طرف بے تابانہ نگاہیں لگائے بیٹھے تھے۔ آقائے کائنات ﷺ نے نورِ نبوت سے دیکھ لیا کہ سلمان کیوں بے قراری کا مظاہرہ کر رہا ہے، مخبرِ صادق ﷺ نے ازرہِ محبت اپنی پشت انور سے پردہ ہٹا لیا تا کہ مہرِ نبوت کے دیدار کا طالب اپنے من کی مراد پا لے۔ پھر کیا تھا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کیفیت ہی بدل گئی، تصویرِ حیرت بن کے آگے بڑھے، فرطِ محبت سے مہرِ نبوت کو چوم لیا اور آپ ﷺ پر ایمان لاکر ہمیشہ کیلئے دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہو

گئے۔(۱)

۱۸۔ حضرت زید بن دثِنّہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقاء کا کمالِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ

رئیسِ قریش سفیان بن خالد نے ایک سازش کے تحت چند آدمی مدینہ منورہ بھیجے کہ اپنے مسلمان ہونے کا ڈھونگ رچائیں اور محمد(ﷺ) سے درخواست کرکے چند مبلغین اپنے ہمراہ لائیں تاکہ اُنہیں مقتولینِ اُحد کا انتقام لینے کے لئے قتل کر دیا جائے۔ اس کام کے لئے انہیں سو اونٹوں کا لالچ دیا گیا۔ یہ سازشی عناصر مدینہ منورہ سے جن مسلمانوں کو اپنے ساتھ لائے ان میں حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ راستے میں اُنہوں نے اپنے مزید آدمیوں کو بلا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گھیرا تنگ کر دیا، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمت نہ ہاری اور جرأت و بہادری سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ یہ مٹھی بھر مجاہد آخر دم تک لڑتے رہے اور سوائے دو افراد کے سب کے سب شہید ہو گئے، ان دو کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیا گیا۔ ان میں ایک حضرت زید رضی اللہ عنہ تھے، جنہیں صفوان بن اُمیہ نے پچاس اونٹوں کے عوض خریدا تاکہ باپ کے بدلے میں انہیں قتل کر کے اپنی آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کر سکے۔

کفار و مشرکین کے سازشی گروہ میں ایک عورت سُلافہ بنت سعد بھی شامل تھی جس کے دو بیٹے غزوۂ اُحد میں واصلِ جہنم ہوئے تھے۔ اس نے نذر مانی تھی کہ اگر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر اُسے مل جائے تو وہ اُس کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے، تو اس سے قبل اُنہوں نے بارگاہِ خُداوندی میں دعا کی: یا

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۹۸، رقم: ۶۵۴۴
۲۔ بزار، المسند، ۶: ۲۶۳۔۲۶۵، رقم: ۲۵۰۰
۳۔ طبرانی، معجم الکبیر، ۶: ۲۲۲۔۲۲۴، رقم: ۶۰۶۵
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴: ۷۵۔۸۰
۵۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱: ۴۰

اللہ! میرے آقا و مولا ﷺ کو میری شہادت سے آگاہ فرما دے۔ اے پروردگارِ عالم! میرا سر تیری راہ میں کاٹا جارہا ہے تو اس کی حفاظت فرما۔

جب کفار حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر کاٹنے لگے تو کہیں سے شہد کی مکھیوں کا ایک غول نمودار ہوا، جس نے شہید کے بدن کو اپنے حصار میں لے لیا۔ کفار نے سر کاٹنے کا کام یہ سوچ کر رات پر ملتوی کر دیا کہ رات کو تو شہد کی مکھیاں غائب ہو جائیں گی، لیکن رات شدید بارش ہوئی اور شہید کی لاش کو طوفانی موج بہا لے گئی۔ دوسری طرف حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جانے لگا تو کفار و مشرکین مکہ کا ایک ہجوم جمع ہو گیا، جس میں ابوسفیان بھی شامل تھے۔ ابوسفیان نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

أنشدک اللہ یا زید! أتحب أن محمداً الآن عندنا مکانک یضرب عنقه وانک فی أھلک؟

’’اے زید! تجھے اللہ رب العزت کی قسم، (سچ سچ بتا) کیا تو پسند کرتا ہے کہ اس وقت تمہارے بجائے محمد (ﷺ) ہمارے پاس ہوتے کہ ہم (نعوذ باللہ) اُنہیں قتل کرتے اور تم اپنے اہل و عیال کے پاس ہوتے؟‘‘

اسیرِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں اپنے محبوب آقا ﷺ کا چہرہ گھوم گیا، فرمایا:

واللہ! ما أحبّ أنّ محمداً الآن فی مکانه الذی ھو فیه تصیبه شوکة تؤذیه وأنی جالسٌ فی أھلی۔

’’خدا کی قسم! میں تو یہ بھی نہیں گوارا کرتا، کہ میرے آقا و مولا محمد ﷺ کو اس وقت جہاں بھی رونق افروز ہوں، کانٹا بھی چبھے، کہ جس سے اُنہیں تکلیف پہنچے اور میں آرام سے اپنے اہل و عیال کے ساتھ بیٹھا رہوں۔‘‘

ابوسفیان نے غلامِ مصطفیٰ ﷺ کی جاں نثاری کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

ما رأیتُ من الناس أحدا یحب أحداً کحبِ أصحاب محمد

محمداً۔

’’میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ دوسروں سے ایسی محبت کرتا ہو جیسی محبت محمد (ﷺ) کے اصحاب محمد (ﷺ) سے کرتے ہیں۔‘‘(۱)

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بھی قیدی بنا لیا گیا تھا اور کچھ عرصے بعد اُنہیں بھی تختہ دار پر لٹکا دیا گیا لیکن شہادت سے قبل آپ نے مہلت مانگی کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، اجازت ملنے پر وہ اطمینان سے بارگاہِ خُداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ تختہ دار پر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں التجاء کی کہ مولا! میرا سلام میرے آقا ﷺ تک پہنچا دے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس وقت میں مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا: **وعلیکم السلام۔** اس کے ساتھ ہی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ قریشِ مکہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لئے ایسے چالیس افراد بلائے جن کے آباء و اجداد جنگِ بدر میں واصلِ جہنم ہوئے تھے۔ اُنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، آپ رضی اللہ عنہ کی میت تختہ دار پر لٹکی رہی، جس کی نگرانی کے لئے کفار نے چالیس افراد کا ایک ٹولہ مقرر کیا۔ حضور ﷺ کو بذریعہ وحی اُس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أیّکم ینزل خبیبًا عن خشبته وله الجنة۔(۲)

’’تم میں سے جو شخص بھی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو تختہ دار سے اُتارے گا اُس کے

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴:۱۲۶

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۵۵، ۵۶

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۴: ۶۵

۴۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲:۷۹

۵۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲:۱۰۸، ۱۵۵، ۳۵۸

۶۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۱۹

۷۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۶۴۹

(۲) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۱۶۰۔۱۶۱

لئے جنت ہے۔‘‘

چنانچہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر اس حکم کو قبول کیا اور اُنہیں تختہ دار سے اُتار کر لائے۔

۱۹۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا جذبۂ جان نثاری

غزوۂ اُحد میں حضور رحمتِ عالم ﷺ زخمی ہو گئے، خود (لوہے کی ٹوپی جو دورانِ جنگ پہنی جاتی تھی) کی کڑیوں نے رخسارِ مبارک زخمی کر دیئے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح دوڑتے ہوئے خدمتِ اقدس میں پہنچے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح نے آگے بڑھ کر رخسارِ اقدس سے خود کی کڑیوں کو نکالا۔ پہلی کڑی نکالنے لگے تو زور سے پیچھے گر پڑے اور ان کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ لیکن شمع رسالت کے پروانے نے اپنے زخمی ہونے کی پروانہ کی اور آپ ﷺ کے رخسارِ اقدس سے خود کی دوسری کڑی کو بھی نکال لیا لیکن ایسا کرتے ہوئے ایک بار پھر گر گئے اور دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔(۱)

وہ زبانِ حال سے گویا ہوئے: یا رسول اللہ! یہ تو محض دو دانت ہیں آپ کے قدموں پر گر کر جان بھی چلی جائے تو میرے لئے اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہوگا۔

۲۰۔ حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کا خوبصورت ’’قصاص‘‘

جاں نثارانِ مصطفٰی ﷺ نے جذبۂ عشق کو ایک تحریک بنا دیا تھا۔ جنگ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ جب صفیں درست فرما رہے تھے تو سواد بن عزیہ کے پیٹ میں جو صف سے ذرا آگے بڑھے ہوئے تھے، تیر چبھو کر فرمایا:

استو یا سواد۔

’’سواد! برابر ہو جا۔‘‘

---

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۲۹

اس پر انہوں نے عرض کیا:

يا رسول الله! أوجعتني، و قد بعثك الله بالحق، فأقدني، فكشف رسول الله ﷺ عن بطنه وقال: إستقِد. فاعتنقه، وقبل بطنه. و قال: ما حملك على هٰذا يا سواد؟ فقال: يا رسول الله! حضر ما ترى و لم آمن القتل، فإني أحب أن أكون آخر العهد بك أن يمسّ جلدي جلدك، فدعا له رسول الله ﷺ بخير.(۱)

''یا رسول اللہ! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی جبکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، سو مجھے بدلہ دیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے بطن مبارک سے کپڑا ہٹا لیا اور فرمایا: بدلہ لے لو۔ وہ (تو بہانہ ڈھونڈ رہے تھے) حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور بطنِ اقدس کو بوسہ دینے لگے۔ حضور نبیِٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: اے سواد! تجھے کس چیز نے اس عمل کی ترغیب دی؟ اُنہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں ممکن ہے میں جنگ میں زندہ نہ بچ سکوں اس پر میں نے چاہا کہ میرا آخری عمل آپ کے ساتھ یہ ہو کہ میرا جسم آپ کے جسمِ اطہر سے مس ہو جائے، پس رسول اللہ (ﷺ) نے ان کے لئے دُعائے خیر فرمائی۔

۲۱۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے الوداعیہ کلمات

حضرت سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بن ربیع غزوۂ اُحد میں شدید زخمی ہوگئے۔ بارہ نیزے ان کے جسم کے آر پار ہوئے، تلوار اور تیر کے زخم جو اس کے علاوہ تھے سَتّر (۷۰) کے لگ

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳:۲۷۱

۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۷۴

۳۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲:۳۲

۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲:۵۹۰ رقم: ۲۳۳۳

۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۴۰۲

بھگ تھے۔حضور ﷺ نے اپنے جاں نثاروں سے فرمایا کہ سعد بن ربیع کی خبر کون لائے گا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے انہیں شہیدوں کے درمیان شدید زخمی حالت میں پایا۔حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اُنہیں بتایا کہ مجھے حضور ﷺ نے تمہارا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے۔اس پر اُنہوں نے اپنا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

> **فاذهب إليه فأقرئه منّى السلام، وأخبره أنى قد طعنت اثنتى عشرة طعنة، وأنى قد أنفذت مَقاتلى، و أخبر قومک أنّه لا عذر لهم عند الله، إنْ قتل رسول الله ﷺ، و واحد منهم حيّ۔(۱)**

> ’’میرے آقا ﷺ کے حضور میرا سلام پیش کرنا اور کہنا کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں اور میں نے اپنے مقابل کے جسم سے نیزہ آر پار کر دیا ہے۔اپنے لوگوں سے کہنا کہ اگر حضور ﷺ کو کچھ ہوا اورتم میں سے ایک فرد بھی زندہ بچا تو قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں ان کا کوئی بھی عذر قابلِ قبول نہ ہوگا۔‘‘

یہ ان کا جذبۂ جاں نثاری تھا کہ بدن زخموں سے چور ہے اور زندہ بچ جانے کی کوئی اُمید نہیں مگر پھر بھی تصورِ محبوب ﷺ ہی میں کھوئے ہوئے ہیں اور اُن کے بارے میں نہ صرف فکر مند ہیں بلکہ اپنی قوم کو یہ پیغام بھی دے رہے ہیں کہ خبردار! اسی محبوب ﷺ کے دامن سے وابستہ رہنا۔

---

(۱) ۱۔ مالک بن انس، موطا، ۲: ۴۶۵۔۴۶۶

۲۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۲: ۵۹۰

۳۔ ابن عبد البر، التمہید، ۲۴: ۹۴

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۵۲۴

۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۴۸۱

۶۔ عسقلانی، الاصابہ، ۳: ۵۹

۷۔ زرقانی، شرح علی موطا، ۳: ۵۹

۲۲۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبۂ ایثار و محبت

سفرِ ہجرت کے آخری مرحلے میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ قبا میں قیام پذیر تھے۔ مسجد قبا کی تعمیر کے بعد حضور ﷺ یثرب ...... جسے بعد میں مدینۃ النبی ﷺ بننے کا اعزاز حاصل ہونا تھا ...... کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق یہ ۱۲ ربیع الاول کا دن تھا، یثرب کے شہری جوق در جوق حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ناقہ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ بنونجار کی خوش بخت بچیاں دف کے ساتھ استقبالیہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔ عورتیں، مرد، بچے تمام مہمانِ مکرم ﷺ کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے ہوئے تھے۔ ہر قبیلے کے سردار کی خواہش تھی کہ اُسے والیٔ کونین ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہو لیکن یہ شرفِ عظیم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا جاچکا تھا۔ آپ ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر نچلی منزل میں قیام پذیر ہوئے جبکہ وہ میاں بیوی بالا خانے پر رہنے لگے تا کہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کو بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہونے میں آسانی رہے۔ ایک دن بالائی منزل میں پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا۔ میاں بیوی کو خدشہ ہوا کہ کہیں چھت نہ ٹپکنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے پانی جذب کرنے کے لئے اس پر لحاف ڈال دیا اور خود ساری رات دونوں میاں بیوی سردی سے ٹھٹھرتے رہے۔ وہ فرماتے ہیں:

فلقد انكسر حب لنا فيه ماء، فقمت أنا و أم أيوب بقطيفة لنا ما لنا لحاف غيرها ننشف بها الماء تخوفاً أن يقطر على رسول الله ﷺ منه شئ فيؤذيه۔(۱)

’’ہمارا پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا اور پانی بہہ گیا، پس میں اور (میری اہلیہ) اُم

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۱۱۹، رقم: ۳۸۵۵
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۵۲۱، رقم: ۵۹۳۹
۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۲۰۱
۴۔ سمہودی، وفاء الوفاء، ۱: ۲۶۴
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۲۷۶

ایوب اپنے واحد لحاف سے پانی صاف کرتے رہے اس خوف سے کہ کہیں پانی حضور نبئ اکرم ﷺ کے اوپر ٹپک جائے اور انہیں تکلیف پہنچے۔‘‘

۲۳۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تبرکاتِ رسول ﷺ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور نبئ اکرم ﷺ کے تبرکاتِ مقدسہ محفوظ تھے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی:

ان يكفن فی قميص كان رسول الله ﷺ قد كساه إياه۔ و أن يجعل مما يلی جسده۔ وكان عنده قلامة أظفار رسول الله، فأوصى أن تُسحق و تجعل فی عينيه و فمه، وقال: افعلوا ذالک، و خلّوا بينی و بين أرحم الراحمين۔(۱)

’’مجھے اس قمیص میں کفنایا جائے جسے رسول اللہ ﷺ نے انہیں پہنایا تھا اور اسے ان کے جسم پر (اس طرح) ڈال دیا جائے (کہ درمیان میں کوئی اور کپڑا حائل نہ ہو)۔‘‘

علاوہ ازیں ان کے پاس حضور نبئ اکرم ﷺ کے تراشے ہوئے مبارک ناخن تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ ان مبارک ناخنوں کو باریک پیس کر ان کی آنکھوں اور منہ میں ڈال دیا جائے پھر فرمایا میں جیسا کہتا ہوں ایسا ہی کرنا اور باقی معاملہ میرے اور ارحم الرحمین کے درمیان چھوڑ دینا۔

۲۴۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تمنائے شہادت

غزوۂ بدر کے موقع پر ایک کم سن نوجوان مجاہدینِ اسلام کی صفوں میں چھپتا پھر

(۱) ۱۔ ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۵: ۲۰۳
۲۔ نووی، تہذیب الاسماء، ۲: ۱۰۳
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۴

رہا تھا۔ حضور ﷺ نے صف بندی کے دوران اس نوجوان کو دیکھ کر فرمایا: بیٹا! ابھی تمہاری عمر لڑنے کی نہیں ہے، اس لئے تم واپس چلے جاؤ۔ رسولِ خدا ﷺ کا یہ حکم سن کر وہ نوجوان جو کم عمری کے باوجود دل میں شہادت کی شدید آرزو رکھتا تھا آبدیدہ ہوگیا، اورعرض پرداز ہوا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں جنگ میں شریک ہونے کی اجازت کا طلب گار ہوں، شاید میرا لہو اللہ کی راہ میں کام آجائے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے اس نوجوان کا جذبۂ ایمان دیکھ کر اُسے اجازت مرحمت فرمادی اور اسے تلوار بھی عطا کی۔ تاریخ اس نوجوان کو حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ جنگ کا آغاز ہوا تو حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دشمن پر ٹوٹ پڑے، آخر دادِ شجاعت دیتے ہوئے فقط سولہ سال کی عمر میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے اور اپنا نام اسیرانِ مصطفیٰ کی فہرست میں لکھوانے کی سعادت حاصل کی۔(۱)

۲۵۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کا پاسِ عہد

حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ عشقِ رسول کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوئے اور اپنا سب کچھ حضور ﷺ کے قدموں پر نثار کر دینے کا عہد کر

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۱۴۹
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۰۸، رقم: ۴۸۶۴
۳۔ سہیلی، الروض الانف، ۳: ۱۶۴
۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۴: ۲۸۷
۵۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۹۷
۶۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۳۹۴
۷۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۶۹
۸۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۷۲۵
۹۔ مروزی، السنۃ، ۱: ۴۷
۱۰۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۳۸۰

لیا۔ اس کی پاداش میں ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، کفار و مشرکین مکہ نے اس جاں نثارِ پیغمبر ﷺ کو زنجیروں میں جکڑ دیا لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ صلح حدیبیہ کی دستاویز حیطۂ تحریر میں لائی جا چکی تھی کہ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کفار و مشرکین کی قید سے بھاگ کر پناہ کے لئے حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ سے تمام تر ہمدردی کے باوجود آپ ﷺ کو معاہدے کی خلاف ورزی ہرگز گوارا نہ تھی۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے دل پر پتھر رکھ کر ابوجندل رضی اللہ عنہ کی واپسی کی تجویز سے اتفاق کیا۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا:

یا أبا جندل! قد تم الصلح بیننا و بین القوم، فاصبر حتی یجعل اللہ لک فرجا و مخرجاً۔(۱)

”اے ابوجندل! ہمارے اور اس قوم کے درمیان صلح مکمل ہوگئی ہے، اس لئے تم صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشائش اور نکلنے کی راہ پیدا کر دے۔“

ابوجندل رضی اللہ عنہ نے آقا ﷺ کے فرمان کی تعمیل کر کے اطاعت و اتباع کی ایک نئی داستان قلمبند کی اور اپنے عمل سے ایفائے عہد کے چراغ کو بجھنے نہ دیا۔

۲۶۔ رئیس المنافقین کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لافانی کردار

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین تھا، مدینہ منورہ میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تشریف

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۹۷
۲۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۹۶۷، کتاب الشروط، رقم: ۲۵۶۴
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۲۲۷
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰: ۱۶، رقم: ۱۵
۵۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۱۲۳
۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۲۸۷

آوری سے قبل اسے یثرب کا بادشاہ بنانے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں، لیکن حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے یہ منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا اور ریاستِ مدینہ کا قیام عمل میں آیا۔ عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقینِ مدینہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کا راستہ روکنے کے لئے در پردہ سازشوں کا جال بننے لگے اور مہاجرینِ مکہ کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے۔ اسی طرح منافقینِ مدینہ طبقاتی کشمکش کو ہوا دے کر ریاستِ مدینہ کے امن کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اسی عبداللہ بن اُبی کے بیٹے تھے لیکن منافق باپ کے سازشی ذہن سے انہیں دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ وہ حضور ﷺ کے جاں نثار صحابی تھے اور اپنے باپ کی حرکتوں پر اندر ہی اندر کھولتے رہتے تھے۔ وہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنے باپ کی جملہ منفی سرگرمیوں کے پس منظر میں عرض پرداز ہوئے۔ یا رسول اللہ! مجھے حکم دیجئے کہ میں اپنے باپ کا کانٹا راستے سے ہٹا دوں تاکہ دینِ مبین کی پیش رفت میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔

روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

أنه استأذن النبی ﷺ أن یقتل أباه، قال: لا تقتل أباک۔(۱)

''(حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی) نے نبیٔ اکرم ﷺ سے اپنے باپ (عبداللہ بن ابی) کو قتل کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ کو قتل نہ کر۔''

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۷۹، رقم: ۶۴۹۰
۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۳: ۵۳۸، رقم: ۶۶۲۷
۳۔ شیبانی، الاحاد والمثانی، ۴: ۲۳، رقم: ۱۹۶۷
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۳۱۸
۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۵۵

۲۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

مرّ رسول اللہ ﷺ بعبد اللہ بن أبی و ھو فی ظل أطم، فقال: عبر علینا ابن أبی کبشة، فقال ابنه عبداللہ بن عبداللہ: یا رسول اللہ! والذی أکرمک لئن شئت لاتیتک برأسه، فقال: لا، ولکن بر أباک و أحسن صحبته۔ (۱)

''عبداللہ بن ابی ایک بلند ٹیلہ کے سایہ میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو عبداللہ بن ابی کہنے لگا: ابن ابی کبشہ کا یہاں سے گذر ہوا۔ اس پر اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مکرم و محترم بنایا ہے، اگر آپ چاہیں تو میں (اپنے) اس (بدبخت باپ) کا سر (قلم کرکے) آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اپنے والد کے ساتھ حسنِ سلوک اور حسنِ محبت سے پیش آؤ۔''

یہ بات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایسا مخلص شخص ہی کہنے کی جرأت کر سکتا ہے جس نے محبتِ رسول ﷺ میں اپنی ذات کو گم کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب اپنا حقیقی باپ ابن ابی، حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے راستے کی دیوار بنتا نظر آیا تو اُنہوں نے اس دیوار کو ہی گرانے کا فیصلہ کر لیا۔

۳۔ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر ایک مقام پر ابن ابی نے حضور تاجدارِ

(۱) ا۔ ہیثمی نے 'مجمع الزوائد (۹:۳۱۸)' میں کہا ہے کہ اُسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۱۷۰، ۱۷۱، رقم: ۴۲۸
۳۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۴۹۸، رقم: ۲۰۲۹
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۸۰، رقم: ۲۲۹
۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۵۵

کائنات ﷺ کی شان میں بعض گستاخانہ الفاظ کہے۔ اس پر اس کا حقیقی بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تلوار سونت کر اپنے باپ کے سر پر کھڑے ہو گئے اور اسے خوب ذلیل کیا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لما رجع رسول الله من بنی المصطلق، قام ابن عبدالله بن أبی: فسَلّ علی أبیه السیف، و قال: لله علی ألا أغمده حتی تقول محمد الاعز وأنا الأذل، قال: ویلک! محمد الأعز و أنا الأذل، فبلغت رسول الله فأعجبه و شکرها له۔(۱)

''جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بنی المصطلق سے واپس لوٹے تو ابن عبداللہ بن ابی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے باپ پر تلوار سونتی اور فرمایا: بخدا! میں اس وقت تک اپنی تلوار میان میں نہیں رکھوں گا جب تک تو زبان سے یہ نہیں کہہ دیتا کہ محمد ﷺ معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ اس نے کہا: تو ہلاک ہو، محمد (ﷺ) معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کی جرأت کو پسند فرمایا اور سراہا۔

۲۷۔ حضرت سُمَیّہ رضی اللہ عنہا سے روحِ ایمانی کو جدا نہ کیا جا سکا

جس طرح سب سے پہلے اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہونے کا اعزاز ایک معزز خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا اُسی طرح سب سے پہلے حق کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت بھی ایک خاتون کو حاصل ہوئی۔ یہ خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں، جنہوں نے ناموسِ

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۳۱۷، ۳۱۸
۲۔ حمیدی، المسند، ۲: ۵۲۰، رقم: ۱۲۴۰
۳۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۸: ۱۲۹
۴۔ آلوسی، روح المعانی، ۲۸: ۱۱۶

رسالت کے تحفظ کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کی۔ اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی ان کے جذبۂ ایمانی کو طرح طرح سے آزمایا گیا لیکن جان کا خوف بھی ان کے جذبۂ ایمان کو شکست نہ دے سکا۔ روایات میں مذکور ہے کہ انہیں گرم کنکریوں پر لٹایا جاتا، لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا، لیکن تشنہ لبوں پر محبتِ رسول کے پھول کھلتے رہے اور پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ عورت تو نازک آبگینوں کا نام ہے جو ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ایمان کا حصارِ آہنی بن گئیں۔

وروی أن ابا جهل طعنها فی قبلها بحربة فی یده، فقتلها، فهی أول شهید فی الإسلام، وکان قتلها قبل الهجرة، وکانت ممن أظهر الإسلام بمکة فی أول الإسلام۔(۱)

’’روایت ہے کہ ابوجہل نے ان کے جسم کے نازک حصے پر برچھی کا وار کیا جس سے وہ شہید ہوگئیں، یہ اسلام کی پہلی شہید خاتون ہیں، جن کو ہجرت سے پہلے شہید کر دیا گیا اور یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام کے ابتدائی دور میں اپنے اسلام کا اعلانیہ اظہار کیا تھا۔‘‘

ابن اسحاق نے آل عمار بن یاسر کے کسی شخص سے روایت نقل کی ہے کہ:

أن سمیة أم عمار عذبها هذا الحی من بنی المغیرة علی الاسلام، و هی تأبی حتی قتلوها، وکان رسول اللہ ﷺ یمر بعمار و أبیه و أمه و هم یعذبون بالأبطح فی رمضاء مکة، فیقول: صبرًا، یا آل

---

(۱) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷:۱۳، رقم: ۳۳۸۶۹
۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۷:۲۴، رقم: ۳۴۶۰
۵۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۱: ۲۱۶، رقم: ۴۱۷۴
۳۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱: ۱۵۰
۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۷: ۱۵۳

یاسر فإن موعدکم الجنة۔ (۱)

''اُمِ عمار حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بنی مغیرہ نے اسلام لانے کی پاداش میں تکلیفیں پہنچائیں مگر اس نے (اقرار اسلام کے سوا) ہر چیز کا انکار کیا حتی کہ اُنہوں نے اسے شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا جب حضرت عمار اور ان کے والد اور والدہ کے پاس سے گزر ہوتا جن کو کفار کی طرف سے مکہ کی شدید گرمی میں وادی أبطح میں عذاب دیا جا رہا ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے اے آلِ یاسر! صبر کرو، جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔''

۲۸۔ حضرت عداس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قدموں میں

طائف کے بازاروں میں اوباش لڑکوں نے شقاوتِ قلبی کی انتہا کر دی تھی، جسمِ اطہر پر اتنے پتھر برسائے کہ آپ ﷺ کے مبارک ٹخنوں سے خون بہنے لگا۔ مضروبِ طائف حضور رحمتِ عالم ﷺ کچھ دیر کے لئے ایک باغ میں رکے، یہ باغ ربیعہ نامی شخص کا تھا جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کا بدترین دُشمن تھا۔ اس کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اس وقت باغ میں موجود تھے۔ اُنہوں نے ایک طشتری میں انگور کا ایک خوشہ دے کر اپنے غلام عداس کے ذریعے حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ آقائے محتشم ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر انگور کے دانے توڑے تو عداس کی نظریں چہرۂ اقدس پر جم کر رہ گئیں۔ وہ جانتا تھا کہ یہاں کے لوگ بسم اللہ پڑھ کر کھانا نہیں کھاتے۔ حضور ﷺ نے غلام سے پوچھا: تم کس ملک کے رہنے والے ہو۔ اور تمہارا تعلق کس دین سے ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں ایک عیسائی ہوں

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۲۳۹، رقم: ۱۶۳۱
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۳۲، رقم: ۵۶۴۶
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴: ۳۰۳، رقم: ۷۶۹
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۴۹
۵۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۱۶۲
۶۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۷: ۱۵۲

اور نینویٰ کا رہنے والا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ نینویٰ جو یونس بن متی کا شہر ہے؟ عداس تصویرِ حیرت بن گیا اور بولا: آپ یونس بن متی کو جانتے ہیں؟ ارشادِ گرامی ہوا کہ یونس بن متی میرے بھائی ہیں، وہ بھی ربِ ذوالجلال کے نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس فرطِ عقیدت سے اُٹھ کھڑا ہوا، پہلے رحمۃ للعالمین ﷺ کے سرِ انور کو چوما اور پھر آقائے مکرم ﷺ کے پائے اقدس کے بوسے لینے لگا۔ واپس اپنے مالکان کی خدمت میں پہنچا تو اُنہوں نے اسے ڈانٹا لیکن غلامِ بےنوا کے لبوں پر یہ الفاظ مچل اُٹھے:

ما فی الأرض خیر من هذا۔(۱)

''روئے زمین پر آج ان سے بہتر کوئی نہیں۔''

۲۹۔ حضور ﷺ کی مبارک چادر سے کفن بنانے کی آرزو

کسی خاتون نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں ایک چادر پیش کی۔ آقائے محتشم ﷺ نے اسے زیبِ تن فرمایا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفل میں تشریف لائے۔ ایک صحابی عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! یہ چادر مجھے عنایت فرما دیجئے۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے یہ چادر اسے عطا فرما دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس شخص کا یہ عمل پسند نہ آیا اور اسے کہا کہ جب تمہارے علم

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۲۶۸، ۲۶۹
۲۔ ابن حبان، الثقات، ۱: ۷۸
۳۔ ابن عبدالبر، الدرر، ۱: ۶۳
۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۶: ۲۱۱
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۱۳۶
۵۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۱: ۵۵۴، ۵۵۵
۶۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ۲: ۹۲
۷۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۴۶۷
۸۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۳۰۰
۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۳۵۵، ۳۵۶

میں تھا کہ حضور کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تو تم نے یہ چادر کیوں مانگ لی؟ وہ شخص جو ایک عاشقِ رسول تھا، جواب میں گویا ہوا۔

رجوتُ برکتها حين لبسها النبي ﷺ، لعلي أكفن فيها۔ (۱)

''جب نبیٔ اکرم ﷺ نے اس کو پہن لیا تو میں نے اس کی برکت کی آرزو کی کہ میں اس میں کفنایا جاؤں۔''

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسے اسی چادر میں دفنایا گیا۔

۳۰۔ حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا کی داستانِ استقامت

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ معاذ اللہ شہید کر دیئے گئے۔ اس خبر کا سننا تھا کہ مدینے میں ہر طرف کہرام مچ گیا۔ اہلِ مدینہ شہر سے باہر نکل آئے۔ ان میں قبیلہ انصار کی ایک خاتون حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا بھی تھی جس کا باپ، بھائی اور خاوند حضور رسالت مآب ﷺ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے، اور تمام کے تمام اس غزوہ میں شہید ہو گئے تھے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۴۵، کتاب الأدب، رقم: ۵۶۸۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۴۲۹، کتاب الجنائز، رقم: ۱۲۱۸
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۸۰، رقم: ۹۶۵۹
۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۷۷، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۵۵
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۳۳
۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۱۷۰، رقم: ۴۶۲
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۴۰۴، رقم: ۶۴۸۹
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۷۰، رقم: ۶۲۳۴
۹۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۶: ۱۴۳، رقم: ۵۷۸۵
۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۴۵۴

جب اس خاتون سے کوئی صحابی ملتا تو وہ اطلاع دیتا کہ تیرا باپ وہاں شہید ہوگیا اور کوئی اس کے خاوند کی شہادت کا تذکرہ کرتا تو کوئی بھائی کی شہادت کی خبر دیتا۔ وہ عظیم خاتون سن کر کہتی کہ یہ بات نہ کرو بلکہ یہ بتلاؤ:

ما فعل برسول اللہ ﷺ ؟(۱)

''رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا:

خیر هو بحمد الله کما تحبّین۔

''الحمد للہ! آپ ﷺ اسی طرح خیریت سے ہیں جس طرح تو پسند کرتی ہے''۔

حضور ﷺ کی خیریت کی خبر سن کر وہ کہنے لگی:

أرونيه حتى أنظر إليه۔

''مجھے آپ ﷺ کی زیارت کراؤ، حتی کہ میں خود اُنہیں دیکھ لوں۔''

جب اس خاتون نے آپ ﷺ کو ایک نظر دیکھا تو پکار اٹھی:

یا رسول الله! کل مصیبة بعدک جلل۔(۲)

''یا رسول اللہ! آپ کے ہوتے ہوئے ہر غم و پریشانی ہیچ ہے۔''

---

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۹۳

(۲) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۵۰

۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۷۴

۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۵۲۸، ۵۴۲

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴: ۴۷

۵۔ قسطلانی، المواھب اللدنیہ، ۲: ۹۳

۳۱۔ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا مقامِ عشق

ایک نوجوان صحابی حضرت حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ شادی کی پہلی رات اپنی بیوی کے ساتھ حجلۂ عروسی میں تھے کہ کسی پکارنے والے نے آقائے دوجہاں ﷺ کے حکم پر جہاد کے لئے پکارا۔ وہ صحابی اپنے بستر سے اُٹھے۔ دلہن نے کہا کہ آج رات ٹھہر جاؤ، صبح جہاد پر روانہ ہو جانا۔ مگر وہ صحابی جو صہبائے عشق سے مخمور تھے، کہنے لگے: اے میری رفیقۂ حیات! مجھے جانے سے کیوں روک رہی ہو؟ اگر جہاد سے صحیح سلامت واپس لوٹ آیا تو زندگی کے دن اکٹھے گزار لیں گے ورنہ کل قیامت کے دن ملاقات ہوگی۔‘‘

اس صحابی رضی اللہ عنہ کے اندر عقل و عشق کے مابین مکالمہ ہوا ہوگا۔ عقل کہتی ہوگی: ابھی اتنی جلدی کیا ہے؟ جنگ تو کل ہوگی، ابھی تو محض اعلان ہی ہوا ہے۔ شبِ عروسی میں اپنی دلہن کو مایوس کر کے مت جا۔ مگر عشق کہتا ہوگا: دیکھ! محبوب کی طرف سے پیغام آیا ہے، جس میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی روا نہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اسی جذبۂ حب رسول ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اور مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اللہ رب العزت کے فرشتوں نے انہیں غسل دیا اور وہ ’غسیل الملائکہ‘ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب جنگ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ملائکہ کو انہیں غسل دیتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوئے:

إنّ صاحبکم لتُغَسّله الملائکة یعنی حنظلة، فسألوا أهله: ماشأنه؟ فسئلت صاحبته فقالت: خرج و هو جنب حین سمع الهائعة، فقال رسول اللہ ﷺ: لذالک غسلته الملائکة، وکفی بهذا شرفاً و منزلة عنداللہ تعالیٰ۔ (۱)

(۱) ۱۔ ابن اثیر، اسد الغابۃ، ۲: ۸۶

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۲۵، رقم: ۴۹۱۷

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۴۹۵، رقم: ۷۰۲۵

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۵، رقم: ۶۶۰۵

←

”تمہارے ساتھی حنظلہ کو فرشتوں نے غسل دیا ان کے اہلِ خانہ سے پوچھو کہ ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے فرشتے اسے غسل دے رہے ہیں۔ ان کی اہلیہ محترمہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جنگ کی پکار پر حالتِ جنابت میں گھر سے روانہ ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اسے غسل دیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے مقام و مرتبے کے لئے یہی کافی ہے۔“

اسی جذبے کے احیاء کی آج پھر ضرورت ہے۔ اگر ہم جوان نسل میں کردار کی پاکیزگی، تقدس اور ایمان کی حلاوت نئے سرے سے پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان میں اس تعلقِ عشقی کو کوٹ کوٹ کر بھرنا ہوگا۔

۳۲۔ فراقِ رسول ﷺ میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب انہیں ان کے بیٹے نے حضور ﷺ کے وصال مبارک کی خبر دی وہ اس وقت اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے وصال کی خبر سن کر غمزدہ ہوگئے اور بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

اللّٰهم! اذهب بصري حتی لا أری بعد حبيبي محمداً ﷺ

.... ۵۔ ابن اسحاق، سیرۃ، ۳: ۳۱۲

۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۲۳

۷۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۴: ۲۱

۸۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۵۲۵

۹۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۶۹

۱۰۔ ابونعیم، دلائل النبوۃ، ۱: ۱۱۰

۱۱۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۱: ۳۵۷

أحدا۔(۱)

’’اے میرے اللہ! میری آنکھوں کی بینائی اب ختم کر دے تاکہ میں اپنے محبوب محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی نہ سکوں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت اُن کی دعا قبول فرما لی۔

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إن رجلا من أصحاب محمد ذهب بصره فعادوهُ۔

’’حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ میں سے ایک صحابی کی بینائی (فراقِ رسول ﷺ میں) جاتی رہی تو لوگ ان کی عیادت کے لئے گئے۔‘‘

جب ان کی بینائی ختم ہونے پر افسوس کا اظہار کیا گیا تو وہ کہنے لگے:

كنتُ أريدهما لأنظر إلى النبى ﷺ، فأما إذا قُبض النبى، فوالله ما يسّرنى أن بهما بظبى من ظباء تبالة۔(۲)

’’میں ان آنکھوں کو فقط اس لئے پسند کرتا تھا کہ ان کے ذریعے مجھے نبیٔ اکرم ﷺ کا دیدار نصیب ہوتا تھا۔ اب چونکہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا ہے اس لئے اگر مجھے چشمِ غزال (ہرن کی آنکھیں) بھی مل جائیں تو کوئی خوشی نہ ہوگی۔‘‘

۳۳۔ سفیرِ قریش اور معیارِ ایمان

کتبِ حدیث و سیر میں درج ہے کہ قبل از اسلام کفار و مشرکین نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں بھیجا۔ حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر نگاہ پڑتے ہی ایمان کی روشنی دل میں اتر گئی اور وہ عرض گزار ہوئے: آقا! اب واپس جانے کو جی نہیں چاہتا، مجھے اپنے قدموں میں ہی رہنے دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، آدابِ

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۹۴

(۲) بخاری، الادب المفرد، ۱:۱۸۸، رقم:۵۳۳

سفارت کا تقاضا ہے کہ تم واپس جاؤ۔ تم ایک سفیر کی حیثیت سے میرے پاس آئے تھے اور سفیر کو روکنا مجھے گوارا نہیں، اس لئے واپس لوٹ جاؤ۔ چنانچہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے فرمان کی تعمیل میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے، لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ واپس آ کر حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے دامنِ عاطفت میں پناہ لے لی۔

وہ فرماتے ہیں:

بعثتنی قریش إلی رسول الله ﷺ، فلمّا رأیتُ رسول الله ﷺ ألقی فی قلبی الإسلام، فقلت: یا رسولَ الله! إنی، و الله! لا أرجع إلیهم أبداً، فقال رسول الله: إنی لا أخیس بالعهد، و لا أحبس البرد، و لکن ارجع، فإن کان فی نفسک الذی فی نفسک الآن، فارجع۔ (۱)

’’مجھے قریش نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں بھیجا، آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو اِسلام نے میرے دل میں گھر کرلیا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزاری: یارسول اللہ صلی الله علیك وسلم! اب لوٹ کر کفار کی طرف نہیں جاؤں گا (بلکہ ساری زِندگی آپ کے قرب میں گزار دُوں گا۔) آپ ﷺ نے فرمایا: میں عہد کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا اور نہ سفیر کو اپنے پاس روکے رکھنا میرے طریق

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۸۲، کتاب الجهاد، رقم: ۲۷۵۸
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۲۰۵، رقم: ۸۶۷۴
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۸
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱:۲۳۳، رقم: ۴۸۷۷
۵۔ حاکم، المستدرک، ۳:۶۹۱، رقم: ۶۵۳۸
۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۳:۳۱۸
۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱:۳۲۳، رقم: ۹۶۳
۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹:۱۴۵، رقم الباب: ۱۲۴
۹۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱:۳۹۳، رقم: ۱۶۳۰

میں سے ہے۔ اِس وقت لوٹ جاؤ، اگر محبت کا یہی عالم برقرار رہا تو پھر واپس چلے آنا۔‘‘

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ اپنی داستانِ وفا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حکمِ رسول ﷺ کے مطابق اُس وقت میں واپس لوٹ آیا لیکن کفار و مشرکین میں میرا جی نہ لگتا تھا، پھر میں حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اِسلام لے آیا۔

۳۴۔ حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کے محبت آمیز جذبات

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا واقعہ کی مثل ایک اور روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب لشکرِ یمامہ کے سپہ سالار ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کر کے تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ اَقدس میں پیش کیا گیا تو حضور ﷺ نے ثمامہ کو مسجدِ نبوی کے ستون سے باندھنے کا حکم دیا۔ تین دِن تک ثمامہ مسجدِ نبوی کے ستون سے بندھے رہے۔ تیسرے دن اُنہیں حضور نبیٔ اکرم ﷺ سے گفتگو کا اِعزاز حاصل ہوا، جس کے بعد آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ثمامہ کو رہا کر دیا جائے۔ جب ثمامہ کو رہا کردیا گیا تو وہ مسجدِ نبوی کے قریب کھجوروں کے ایک باغ میں چلے گئے۔ وہاں جا کر اُنہوں نے غسل کیا اور دوبارہ رسولِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضرِ خدمت ہوئے، سرِ تسلیم خم کیا اور اِیمان کی دولت سے بہرہ ور ہونے کے لئے یہ تاریخی کلمات عرض کئے:

یَا محمد! و اللهِ ما کان علی الأرضِ وجهٌ أبغض إلیّ مِن وَجهِکَ، فقد أصبح وَجهُکَ أحبّ الوُجوهِ کلّها إلیّ، واللهِ! ما کان مِن دینٍ أبغض إلیّ مِن دِینِکَ، فأصبح دِینُکَ أحبّ الدینِ کلّه إلیّ، و اللهِ! ما کان مِن بلدٍ أبغض إلیّ مِن بَلَدِکَ، فأصبح بَلَدُکَ أحبّ البلادِ کلّها إلیّ۔ (۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۳۸۶، کتاب الجهاد والسیر، رقم:۱۷۶۴
۲۔ بخاری، الصحیح، ۴:۱۵۸۹، کتاب المغازی، رقم:۴۱۱۴

←

’’یا محمد صلی اللہ علیک وسلم! قسم ہے ربِ کائنات کی! رُوئے زمین پر مجھے آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرے سے بڑھ کر کوئی چیز ناپسندیدہ نہ تھی، مگر (اَب رُوئے اَنور کی زیارت کے بعد) آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرۂ اَنور سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز محبوب نہیں۔ قسم ہے ربِ ذُوالجلال کی! آپ صلی اللہ علیک وسلم کا دِین میرے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ تھا، لیکن اَب یہ دین تمام اَدیان سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ قسم ہے خدائے رحیم و کریم کی! مجھے آپ صلی اللہ علیک وسلم کے شہر سے زیادہ کوئی شہر ناپسندیدہ نہ تھا، لیکن اَب آپ صلی اللہ علیک وسلم کا شہرِ دِلنواز مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔‘‘

۳۵۔ فراقِ رسول ﷺ میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نالۂ شوق

جب نبیٔ اکرم ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ہجر و فراق کے ان لمحات میں یہ کلمات عرض کئے:

السلام علیک یا رسول اللہ! بأبی أنت و أمی! لقد کنت تخطبنا علی جذع نخلۃ، فلما کثر الناس اتخذت منبراً لتسمعهم، فحنّ الجذع لفراقک، حتی جعلت یدک علیه فسکن، فأمتک أولیٰ بالحنین إلیک لما فارقتها، بأبی أنت و أمی، یا رسول اللہ! لقد

۳۔ نسائی، السنن، ۱:۱۰۹، کتاب الطهارت، رقم: ۱۸۹
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱:۱۰۷، رقم: ۱۹۴
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۴:۴۳، رقم: ۱۲۳۹
۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶:۳۱۹، رقم: ۱۲۶۱۴
۷۔ ابوعوانہ، المسند، ۴:۲۵۸، رقم: ۶۶۹۷
۹۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳:۲۷۷
۱۰۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۱۷۲
۸۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۱:۲۱۵

بلغ مِن فضیلتک عنده أن جعل طاعتک طاعته، فقالﷻ: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ۔(۱)

’’یا رسول اللہ صلى الله عليك وسلم! آپ پر سلام ہو، آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ آپ ہمیں کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے، کثرتِ صحابہ کے پیشِ نظر منبر بنوایا گیا۔ جب آپ صلى الله عليك وسلم اُس تنے کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو اس نے آپ صلى الله عليك وسلم کی جدائی میں سسکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔ آپ صلى الله عليك وسلم نے اس پر دستِ شفقت رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔ جب اس بے جان کھجور کے تنے کا یہ حال ہے تو اِس اُمت کو آپ صلى الله عليك وسلم کے فراق پر نالۂ شوق کا زیادہ حق ہے۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلى الله عليك وسلم کو کتنی فضیلت عطا فرمائی ہے کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے دیا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔‘‘

دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

بأبی أنت و أمی، یا رسول الله! لقد بلغ من تواضعک أنک جالستنا، و تزوجتَ منّا، و أکلتَ معنا، ولبستَ الصوف، و رکبتَ الدواب، واردفت خلفه، و وضعت طعامک علی الأرض تواضعا منک۔(۲)

’’یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلى الله عليك وسلم پر قربان ہوں، آپ کا یہ عالم ہے کہ (عرش کے مہمان ہوکر) ہم خاک نشینوں کے ساتھ رہے، ہم لوگوں

(۱) عبدالحلیم محمود، الرسول: ۲۲، ۲۳

(۲) عبدالحلیم محمود، الرسول: ۲۲، ۲۳

کے ساتھ نکاح کیا اور ہمارے ساتھ کھایا، صوف کا لباس پہنا، عام جانور پر سواری فرمائی بلکہ ہم جیسوں کو اپنے پیچھے بٹھایا اور اپنی تواضع کے پیش نظر زمین پر دسترخواں بچھایا۔‘‘

۳۶۔ جبرئیلِ امین علیہ السلام کا شوقِ زیارت

سورۃ الضحیٰ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بعض اہم حکمتوں کی بناء پر کچھ عرصہ کیلئے سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا تو مخالفین نے یہ طعنہ دینا شروع کر دیا کہ محمد(ﷺ) کے رب نے (معاذ اللہ) اسے چھوڑ دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ الضحیٰ نازل فرمائی۔ جب جبریل امین علیہ السلام اس سورۂ مبارکہ کی صورت میں ربِ کریم کا پیار بھرا پیغام لے کر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ماجئت حتی أشتقت إلیک۔

’’(اے جبرئیل!) تم نے آنے میں اتنی دیر کر دی کہ مجھے تمہاری ملاقات کا اشتیاق ہونے لگا۔‘‘

اس پر جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا:

و أنا کنتُ أشد إلیک شوقاً، و لکنی عبد مأمور و ما نتنزل إلا بأمر ربک۔(۱)

’’یا رسول اللہ! مجھے آپ کی زیارت و ملاقات کا شوق آپ سے بڑھ کر تھا مگر میں حکم کا غلام ہوں اور آپ کے رب کے حکم کے بغیر ہم نازل نہیں ہوسکتے۔‘‘

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را هم خبر نیست

(۱) ۱۔ خازن، تفسیر، ۴: ۴۸۵
۲۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲۰: ۹۴
۳۔ بغوی، معالم التنزیل، ۴: ۹۸

(اللہ اور اس کے محبوب ﷺ میں راز و نیاز کا وہ معاملہ ہوتا ہے جس کی خبر کراماً کاتبین کو بھی نہیں ہوتی۔)

۳۷۔ آئینۂ محبوب ﷺ میں محبوب ﷺ کی صورت نظر آتی

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب محبوب کی یاد ستاتی تو وہ آپ ﷺ کے دیدارِ فرحت آثار کے لئے نکل کھڑے ہوتے اور آپ ﷺ کو مبارک حجروں میں تلاش کرتے۔ اُمہاتُ المومنین رضی اللہ عنہن سے عرض کرتے کہ ہمیں اپ دیدارِ محبوب کے بغیر چین نہیں آ رہا۔ چنانچہ بعض اوقات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے زیرِ استعمال رہنے والا آئینہ لاتیں۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم اس آئینے کو دیکھتے تو بجائے اپنے آپ کو دیکھنے کے محبوبِ خدا ﷺ کو جلوہ افروز پاتے۔ روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

روی أن بعض الصحابة أحب أن يرى رسول الله ﷺ ، فجاء إلىٰ ميمونة، فأخرجت له مرآته، فنظر فيها مرأى صورة رسول الله ﷺ، ولم ير صورة نفسه۔(۱)

''روایت ہے کہ (جب محبوبِ کریم ﷺ کی یاد) بعض صحابہ رضی اللہ عنہ (کو تڑپاتی اور وہ) رسول اللہ ﷺ کی زیارت چاہتے تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آجاتے۔ وہ آپ ﷺ کا ذاتی آئینہ اس صحابی کو دے دیتیں۔ جب وہ صحابی اس آئینہ مبارک کو دیکھتا تو بجائے اپنی صورت کے اُسے رسول اللہ ﷺ کی صورت مبارک نظر آتی۔''

۳۸۔ بعد از محبوب ﷺ آرزو جینے کی کیا کروں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک خاتون آپ ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے آئی اور مجھ سے کہنے لگی:

(۱) آلوسی، روح المعانی، ۲۲:۳۹

إكشفي لي قبر رسول الله، فكشفته لها، فبكت حتى ماتت۔(۱)

’’مجھے حجرۂ انور کھول دیں (میں سرورِ دو عالم ﷺ کے مزارِ اقدس کی زیارت کرنا چاہتی ہوں۔) میں نے اسے کھول دیا۔ وہ عورت (ہجرِ رسول ﷺ کے صدمے سے) بہت روئی حتی کہ واصل بحق ہوگئی۔‘‘

۳۹۔ سالارِ کاروانِ عشق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا جذبِ دروں

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا نام ہونٹوں پر آتا ہے تو دیدۂ و دل میں خوشبو کے چراغ جھلملانے لگتے ہیں اور پلکیں اس عاشقِ رسول ﷺ کے احترام میں جھک جاتی ہیں۔ جنگِ اُحد میں جب نبیٔ اکرم ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے اور اس سچے عاشقِ رسول تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ایک ایک کرکے اپنے سارے دانت شہید کر ڈالے کہ معلوم نہیں میرے آقا ﷺ کا کون سا دانت شہید ہوا ہوگا۔ حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کو بظاہر نبیٔ آخرالزماں ﷺ کی زیارت کی سعادت نصیب نہیں ہوئی، لیکن چشمِ تصور ہر لمحہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کے طواف میں مصروف رہتی۔

حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ قرن کے رہنے والے تھے۔ وہ اپنی ضعیف والدہ کو تنہا چھوڑ کر طویل سفر اختیار نہیں کر سکتے تھے اور پھر یہ خیال بھی دامنگیر تھا کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ کر نبیٔ آخر الزماں ﷺ کے جلووں کی تاب بھی لاسکوں گا کہ نہیں۔ آقائے محتشم ﷺ کو بھی اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت تھی۔ آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ قرن میں اویس نام کا ایک شخص ہے، جو روزِ محشر بنو ربیعہ اور بنو مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری اُمت کے لوگوں کی شفاعت کرے گا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ اپنے اس غلام سے کتنی محبت فرماتے ہوں گے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۵۷۰

۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۲: ۲۰۴، رقم: ۲۰۳

إن خير التابعين رجلٌ يقال له أويس، وله والدة، وكان به بياض۔ فمروه فليستغفر لكم۔(۱)

’’تابعین میں سب سے افضل شخص ایک آدمی ہے، جس کا نام اویس ہو گا، اور اُس کی والدہ (حیات) ہے، اُس کو برص کی بیماری ہے، پس اُس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کی دُعا کرے۔‘‘

تاجدارِ انبیاء ﷺ کے حکم کے مطابق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس عاشقِ رسول کے پاس پہنچ گئے، اس وقت حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ بارگاہِ خُداوندی میں سجدہ ریز تھے۔ اصحابِ رسول ﷺ نے اُنہیں حضور ﷺ کا سلام پہنچایا اور حضور ﷺ کی اُمت کی خاطر دعا کے لئے عرض کیا۔(۲)

۴۰۔ ایک یہودی عالم اور حسرتِ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد کسی ایک جمعرات کی صبح کو ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اونٹ پر سوار ایک سفید ریش بوڑھا

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۶۸، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۵۴۲
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۵۶، رقم: ۵۷۲۰
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۶: ۱۶۳
۵۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۱: ۲۲۰

(۲) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۹۷، رقم: ۳۲۳۴۴
۲۔ ابو یعلی، المسند، ۱: ۱۸۷، ۱۸۸، رقم: ۲۱۲
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۳۲۱، رقم: ۶۷۹۸
۴۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۲: ۸۰۔۸۲
۵۔ ابنِ عساکر، تاریخ، ۶: ۱۴۵۔۱۶۶

آیا۔ اس نے اپنی سواری کو مسجد کے دروازے پر باندھا اور یہ کہتے ہوئے اندر داخل ہوا:

السلام علیکم و رحمة الله! هل فیکم محمد رسول الله؟(۱)

’’تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت نازل ہو، کیا تم میں اللہ کے رسول محمد(ﷺ) موجود ہیں۔‘‘

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أیها السائل عن محمد (ﷺ)! ماذا ترید منه؟

’’اے حضور ﷺ کے بارے پوچھنے والے! تجھے آپ ﷺ سے کیا کام ہے؟‘‘

اس نے کہا کہ میں یہودی علماء میں سے ہوں اور اَسی (۸۰) سال سے تورات کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اس میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد(ﷺ) کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے اور میں اس ذکر سے متاثر ہو کر آیا ہوں۔ اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

و قد جئتُ أطلب الإسلام علی یده۔

’’اور میں آپ (ﷺ) کے ہاتھ پر بیعتِ اسلام کیلئے حاضر ہوا ہوں۔‘‘

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بتایا کہ آپ ﷺ کا تو وصال ہو چکا ہے۔ اس پر اس عالم نے افسوس کا اظہار شروع کر دیا اور کہا:

هل فیکم قرابة محمد؟

’’کیا تم میں ان کی اولاد ہے؟‘‘

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اسے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جاؤ۔ وہاں جا کر اس نے اپنا تعارف کروایا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں

(۱) ابن عساکر، تاریخ، ۱:۳۴۲

آپ ﷺ کے کپڑوں میں سے کسی کپڑے کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیدۂ عالم رضی اللہ عنہا نے اپنے شہزادے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

هاتِ الثوب الذی توفی فيه رسول اللهﷺ، فجآء، فأخذه الحبر و ألقاه علی وجهه وجعل يستنشق ريحه، و يقول: بأبی و أمی من جسد نشف فيه هذا الثوب۔

’’وہ کپڑا لاؤ جو آپ ﷺ نے بوقتِ وصال پہنا ہوا تھا۔ جب وہ کپڑا لایا گیا تو اس عالم نے اسے اپنے چہرے پر ڈال لیا۔ وہ اس کی خوشبو کو سونگھتا اور خوشبو سونگھتے ہوئے بار بار کہتا کہ اس صاحبِ ثوب پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔‘‘

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

صف لی صفة رسول الله حتی کأنی أنظر إليه۔

’’حضور کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ اس طرح کرو کہ گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔‘‘

یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔

فبکی علیّ بکاء شديداً و قال: واللهِ! لإن کنتَ مشتاقاً إلی محمدﷺ فأنا أشوق إلی حبيبی منک۔(۱)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ شدت کے ساتھ رو پڑے اور کہنے لگے: اے سائل خدا کی قسم! آپ ﷺ کی زیارت کا جس قدر تجھے اشتیاق ہے مجھے اس سے کہیں بڑھ کر اپنے حبیب ﷺ کی ملاقات کا شوق ہے۔‘‘

بعد ازاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے حلیہ اور سراپا مبارک کا

(۱) ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۴۲، ۳۴۳

ذکر بڑی تفصیل سے فرمایا، جس کی من وعن تصدیق اس یہودی عالم نے سابقہ کتب سماوی کی روشنی میں کی اور مسلمان ہو گیا۔

وصالِ محبوب ﷺ پر سواری کا غم

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے وصالِ مبارک کے بعد ہجر و فراق کی کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> وناقۂ آنحضرت علف نمیخورد وآب نمی نوشید تاآنکه مُرد۔ از جمله آیاتی که ظاهر شد بعد از موتِ آنحضرت آں حماری که آنحضرت گاهی براں سوار میشد چنداں حزن کرد که خود را درچاهی انداخت۔(۱)

> ”آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی اونٹنی نے مرتے دم تک کچھ کھایا اور نہ پیا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد جو عجیب کیفیات رونما ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جس دراز گوش پر آپ ﷺ سواری فرماتے تھے وہ آپ ﷺ کے فراق میں اتنا مغموم ہوا کہ اس نے ایک کنویں میں چھلانگ لگا دی اور اپنی جان جاں آفریں کے حوالے کر دی۔“

اُستنِ حنانہ: ایک ایمان افروز واقعہ

اسلام کے ابتدائی دور میں آقا دوجہاں ﷺ مسجدِ نبوی میں کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر وعظ فرمایا کرتے تھے اور اس طرح آپ ﷺ کو کافی دیر کھڑے رہنا پڑتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کی یہ مشقت شاق گزری۔ ایک صحابی جس کا بیٹا بڑھئی تھا، نے حضور ﷺ کے لئے منبر بنانے کی درخواست کی تاکہ اُس پر بیٹھ کر آپ ﷺ خطبہ دیا

---

(۱) ۱۔ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲: ۴۴۴

۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۳

کریں۔ آپ ﷺ نے اس درخواست کو پذیرائی بخشی، چنانچہ حضور ﷺ نے کھجور کے تنے کو چھوڑ کر اس منبر پر خطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ اس تنے سے گریہ و زاری کی آوازیں آنے لگیں۔ اُس مجلسِ وعظ میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُس کے رونے کی آواز سنی۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو منبر سے اُتر کر اس ستون کے پاس تشریف لے گئے اور اُسے اپنے دستِ شفقت سے تھپکی دی تو وہ بچوں کی طرح سسکیاں بھرتا ہوا چپ ہو گیا۔(۱)

اُس ستون کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت اس طرح ہے:

كان النبى ﷺ يخطب إلى جذع، فلما اتخذ المنبر تحوّل إليه فحن الجذع، فأتاه فمسح يده عليه۔(۲)

’’رسالت مآب ﷺ ایک کھجور کے تنے کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ ﷺ اُسے چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ اُس تنے نے رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اُس پر دستِ شفقت رکھا۔‘‘

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

فصاحت النخله صياح الصبى، ثم نزل النبىﷺ فضمها إليه،

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، ۱:۴۵۵

۲۔ دارمی، السنن، ۱:۲۹، رقم: ۳۲

۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲:۳۶۷، رقم: ۲۲۵۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۹۰

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۷

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۴۳۵، رقم: ۶۵۰۶

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۹

تئن أنین الصبی الذی یسکن۔(۱)

’’کھجور کے تنے نے بچوں کی طرح گریہ و زاری شروع کر دی تو حضور ﷺ منبر سے اُتر کر اُس کے قریب کھڑے ہو گئے اور اُسے اپنی آغوش میں لے لیا، اس پر وہ تنا بچوں کی طرح سسکیاں لیتا خاموش ہو گیا۔‘‘

حضرت انس بن مالک اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اُس تنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فسمعنا لذالک الجذع صوتا کصوتِ العشار، حتی جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یده علیها فسکنت۔(۲)

’’ہم نے اُس تنے کے رونے کی آواز سنی، وہ اُس طرح رویا جس طرح کوئی اُونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتی کہ آپ ﷺ نے تشریف لا کر اُس پر اپنا دستِ شفقت رکھا اور وہ خاموش ہو گیا۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

لولم أحتضنه لحن إلی یوم القیامة۔(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، رقم: ۳۳۹۱

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۹۲

۲۔ دارمی، السنن، ۱:۳۰، رقم: ۳۴

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۷

۴۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ۱:۲۵۳

۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۹۸

(۳) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۴۵۴، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، رقم: ۱۴۱۵

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۶۳

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۱۹، رقم: ۳۱۷۴۶

۴۔ ابویعلی، المسند، ۶:۱۱۴، رقم: ۳۳۸۴

۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۹۶، رقم: ۱۳۳۶

’’اگر آپ ﷺ اس ستون کو بانہوں میں لے کر چپ نہ کراتے تو قیامت تک روتا رہتا۔‘‘

یہ آپ ﷺ کی پشتِ اقدس کے لمس کا اثر تھا کہ ایک بے جان اور بے زبان لکڑی میں آثارِ حیات نمودار ہوئے جس کا حاضرینِ مجلس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیثِ مبارکہ میں اس طرح ہیں:

كان جذع نخلة في المسجد يسند رسول الله ﷺ ظهره إليه إذا كان يوم الجمعة أوحدث أمر يريد أن يكلم الناس، فقالوا: ألانجعل لک يارسول الله شيئاً كقدر قيامک، قال: لا، عليكم أن تفعلوا۔ فصنعوا له منبراً ثلاث مراق۔ قال: فجلس عليه، قال: فخار الجذع كما تخور البقرة جزعا على رسول الله ﷺ، فالتزمه و مسحه حتى سكن۔(۱)

’’مسجد نبوی میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ خطبہ پڑھنے کے لئے جمعہ کے دن یا کسی ایسے وقت میں جب لوگوں کو کوئی حکمِ الٰہی پہنچانا ہوتا، کھجور کے ایک ستون سے پشت مبارک لگا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ صحابۂ کرام ﷺ نے عرض کیا کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو آپ کے لئے کوئی ایسی شے تیار کی جائے جس پر آپ کھڑے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایسا کر سکتے ہو تو اجازت ہے۔ چنانچہ تین درجوں والا ایک منبر تیار کرایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ اُس پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے لگے تو ستون سے رونے کی آواز سنی گئی۔ آپ ﷺ فوراً منبر سے اُترے، اُسے سینہ سے لگایا اور (جیسا کہ بچوں کے چپ کرانے کے لئے کیا جاتا ہے) اُس پر محبت اور شفقت سے ہاتھ پھیرتے رہے، یہاں تک کہ وہ پرسکون ہو گیا۔‘‘

---

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۰۹

مثنوی مولانا رومؒ: ہجرِ نبی کا پیکرِ شعری

مولانا رومؒ نے اِسی واقعہ کو اپنے پیار بھرے اشعار میں بیان کیا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے مع ترجمہ حاضر ہیں:

استنِ حنانه در هجرِ رسول
ناله میزد همچو اربابِ عقول

(رسولِ پاک ﷺ کے فراق میں کھجور کا ستون انسانوں کی طرح رو دیا۔)

درمیانِ مجلسِ وعظ آنچناں
کزوے آگاه گشت هم پیر و جواں

(وہ اس مجلسِ وعظ میں اس طرح رویا کہ تمام اہلِ مجلس اس پر مطلع ہوگئے۔)

در تحیر ماند اصحابِ رسول
کز چه مے نالد ستوں با عرض و طول

(تمام صحابہ حیران ہوئے کہ یہ ستون کس سبب سے سرتاپا محوِ گریہ ہے۔)

گفت پیغمبر چه خواهی اے ستوں
گفت جانم از فراقت گشت خوں

(آپ ﷺ نے فرمایا: اے ستون تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا: میری جان آپ کے فراق میں خون ہوگئی ہے۔)

مسندت من بودم از من تاختی
بر سرِ منبر تو مسند ساختی

(پہلے تو میں آپ کی مسند تھا، آپ نے مجھ سے کنارہ کش ہوکر منبر کو مسند بنالیا۔)

پس رسولش گفت کای نیکو درخت
اے شدہ باسر تو ھمراز بخت
گرھمے خواھی ترا نخلے کنند
شرقی و غربی ز تو میوہ چنند

(آپ نے فرمایا: اے وہ درخت جس کے باطن میں خوش بختی ہے، اگر تو چاہے تو تجھ کو پھر ہری بھری کھجور بنادیں حتی کہ مشرق و مغرب کے لوگ تیرا پھل کھائیں۔)

یا دراں عالم حقت سروے کند
تا ترو تازہ بمانی تا ابد

(یا اللہ تعالیٰ تجھے اگلے جہاں بہشت کا سرو بنا دے تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تروتازہ رہے۔)

گفت آن خواھم کہ دائم شد بقاش
بشنو اے غافل کم از چوبے مباش

(اس نے عرض کیا: میں وہ بننا چاہتا ہوں جو ہمیشہ رہے۔ اے غافل! تو بھی بیدار ہو اور ایک خشک لکڑی سے پیچھے نہ رہ جا ﴿یعنی جب ایک لکڑی دار البقاء کی طلب گار ہے تو انسان کو تو بطریقِ اولیٰ اس کی خواہش اور آرزو کرنی چاہئیے﴾۔)

آں ستون را دفن کرد اندر زمین
تاچو مردم حشر گردد یومِ دیں

(اس ستون کو زمین میں دفن کردیا گیا، تاکہ قیامت کے دن اسے انسانوں کی طرح اٹھایا جائے۔)

(۱) مولائے روم، مثنوی: ۵۶، دفتر اوّل

باب چہارُم

محبوبِ خدا ﷺ کی محبوب ادائیں

گزشتہ صفحات میں سرکارِ دوجہاں تاجدارِ کون و مکاں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے بے مثال حسن و جمال اور سراپائے اقدس کا ذکرِ جمیل تفصیل سے گزر چکا ہے، جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ خالق کائنات نے اس بزمِ ہستی میں آپ ﷺ کو ایسا شاہکار بنا کر بھیجا جس کی نظیر کا کوئی تصور حیطۂ خیال میں آ سکتا ہے نہ عالمِ امکان میں اس جیسا محبوب کوئی دوسرا ہوسکتا ہے۔

مصحفے را ورق ورق دیدم

ھیچ سورت نہ مثلِ صورتِ اوست

حضور ﷺ کا دل آویز پیکرِ حسن و جمال اور مرقعٔ زیب و رعنائی ہر دور میں اہلِ ایمان کی توجہ اور والہانہ عقیدت و شیفتگی کا مرکز و محور رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ اس بات کا ادراک حاصل کرنے کے بھی مشتاق تھے کہ آپ ﷺ مقامِ محبوبیت پر فائز ہونے کے باوجود اپنے صحابہ اور دیگر عام انسانوں کے ساتھ کیسے گھل مل کر رہتے تھے! آپ کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، رہن سہن، بود و باش اور عام انسانی رویے کیسے تھے! آپ ﷺ کا لباس، کھانے کے برتن، سواری کے جانور اور روزمرہ زندگی کے دیگر معمولات و مشاغل کس نوعیت اور انداز کے تھے! بظاہر چھوٹی نظر آنے والی یہ باتیں محبوبِ رب ذوالجلال کی وہ ادائیں ہیں، جن کا تذکرہ عشاقِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے نہ صرف حرزِ جاں ہے بلکہ اِنہیں سنتِ نبوی ﷺ جان کر اِن پر عمل پیرا ہونا وہ توشۂ آخرت سمجھتے ہیں۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی حسین و دلکش ادائیں غلامانِ رسول ﷺ کو کتنی محبوب ہیں اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی خربوزہ کھانے سے اس لئے گریز کیا کہ انہیں اس بات کا علم نہ ہوسکا تھا کہ حضور ﷺ نے خربوزہ کیسے کھایا تھا۔ علامہ اقبالؒ نے اس کا ذکر بزبان شعر یوں کیا ہے:

کاملِ بسطام در تقلیدِ فرد
اجتناب از خوردنِ خربوزہ کرد

آج بھی اہلِ ایمان حضور ﷺ کی ان اداؤں کو دہرانا نہ صرف باعثِ سعادت بلکہ اپنے ایمان کی تکمیل کا ذریعہ گردانتے ہیں۔

ا۔ مزاجِ اقدس

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مزاجِ اقدس میں رقت، نرمی اور گداز کا عنصر بدرجہ اتم دیکھا جاسکتا تھا۔ اس کا خمیر عشقِ الٰہی سے اٹھایا گیا تھا۔ آپ ﷺ سرتاپا رحمت تھے، اتنے شفیق اور نرم خو کہ سختی نام کو بھی نہیں پائی جاتی تھی، اور خودستائی وخودنمائی کا شائبہ تک آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ میں نہیں تھا۔ آپ ﷺ کے مزاجِ مبارک میں فطری طور پر جلال و جمال کا ایک حسین امتزاج پایا جاتا تھا لیکن جہاں تک معمولاتِ روز و شب کا تعلق ہے عملاً جمال کی کیفیت غالب دکھائی دیتی تھی۔

سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجھہ آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أجود الناس صدرًا، و أصدق الناس لهجةً، و ألينهم عريكةً۔(۱)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۹، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۸
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۳، رقم: ۷
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۰، رقم: ۱۴۱۵
۵۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۲۴۸
۶۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۳، ۳۱
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۲
۸۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۳، ۱۵۴

←

’’حضور ﷺ دل کے سب سے بڑھ کر سخی، زبان میں سب سے بڑھ کر سچے اور مزاج کے سب سے بڑھ کر نرم تھے۔‘‘

حضور ﷺ کے مزاجِ اقدس کا کماحقہٗ ادراک تو ممکن ہی نہیں، البتہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ پیکرِ فقر و غنا تھے، عجز و انکسار آپ ﷺ کی دِل نواز شخصیت کا جزوِ لاینفک تھا، آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام ﷺ سے بھی عجز و انکساری سے کام لیا کرتے تھے اور بعداَز خُدا بزرگ توُئی کے منصبِ جلیلہ پر رونق افروز ہوتے ہوئے بھی عام انسانوں میں گھل مل جایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا یہ طرزِ عمل آپ ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ میں اعتماد پیدا کرتا اور وہ خود اعتمادی سے زندگی کا سفر جاری رکھتے۔

حضور ﷺ اپنی مجلسی زندگی میں مساوات کا کامل ترین نمونہ تھے، اپنے عمل سے کسی میں احساس کمتری پیدا نہ ہونے دیتے، آپ ﷺ کا سیرت و کردار طبقاتی کشمکش اور قبائلی و نسلی تفاخر اور مباہات سے یکسر پاک تھا۔ غریبوں، مسکینوں اور معاشرتی طور پر کم تر حیثیت کے لوگوں سے یوں گھل مل جاتے کہ مجلس میں ہر شخص کو سماجی مرتبہ سے قطع نظر اپنی بات کھل کر کرنے کی اجازت تھی، اپنے مافی الضمیر کے اظہار میں کسی پر کوئی پابندی نہ تھی۔ آپ ﷺ کی مجلس میں ہر سطح پر جمہوری شعور کو فروغ ملتا اور حقوقِ انسانی کی پاسداری کا عملی اہتمام ہوتا۔ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی جس انقلابی جدوجہد سے عبارت تھی اس سے ہر قدم پر مساوی انسانی حقوق کا درس ملتا ہے۔ ہر فرد اپنی حاجت بیان کرتا اور آپ ﷺ ممکنہ حد تک ہر ایک کی دستگیری فرماتے۔ ایثار و بے نفسی کی ایسی مثالیں قائم کیں جو ہر دور کے لئے لائق تقلید ہیں۔ دوسروں کا سامان اٹھا کر ان کے گھروں تک پہنچا دینا، ہمسایوں کی ضروریات کا خیال رکھنا، ان کے لئے بازار سے سودا سلف خرید کر لانا، بکریوں کا دودھ دوہنا، اپنے جوتے خود مرمت کرنا، مسکینوں اور یتیموں کی دستگیری کرنا، غلاموں پر شفقت اور محروم المعیشت انسانوں کے مسائل کے حل میں معاونت کرنا آپ ﷺ کا روز مرہ کا معمول تھا۔ آپ ﷺ

۹۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۲۹

۱۰۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۴۸

مجلس میں اپنے لئے امتیازی جگہ پسند نہ کرتے بلکہ جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔

حضرت ابو ذر غفاری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يجلس بين ظهري أصحابه، فيجئ الغريب فلا يدري أيّهم هو، حتى يسأل۔(۱)

''حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اس طرح گھل مل کر تشریف فرما ہوتے کہ اجنبی لوگ آتے اور آپ ﷺ کو پہچان نہ سکتے حتی کہ آپ ﷺ کے بارے میں سوال کرتے۔''

۲۔ حسنِ تکلم اور شیریں گفتاری

آقائے دو جہاں حضور رحمتِ عالم ﷺ کی گفتگو اس قدر شیریں، دلکش اور دلآویز ہوتی کہ اس کا ہر ہر لفظ سامع کے دل میں ترازو ہو جاتا۔ حسنِ تکلم میں اس قدر دلکشی و رعنائی پائی جاتی کہ شہد کی مٹھاس بھی پیچھے رہ جاتی، بات کو زیادہ طول دیتے نہ بالکل اختصار ہی سے کام لیتے بلکہ آپ ﷺ کی گفتگو ایسا حسنِ اعتدال لئے ہوتی کہ ہر نکتہ وضاحت سے کھل کر سامنے آجاتا، اور مخاطبین کے لئے کسی قسم کا الجھاؤ اور اِبہام باقی نہ رہتا۔ آپ ﷺ کے کلام کا ہر لفظ اتنا پُر تاثیر اور پُر معنی ہوتا کہ اس کا بے ساختہ پن دلوں میں اترتا چلا جاتا۔ ہر شخص آپ ﷺ سے شعور و آگہی کی دولت لے کر اٹھتا اور مافی

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۲۵، کتاب السنہ، رقم: ۴۶۹۸

۲۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۰۱، کتاب الایمان وشرائعہ رقم: ۴۹۹۱

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۴۴۲، رقم: ۵۸۷۴

۴۔ بزار، المسند، ۹: ۴۱۹، رقم: ۴۰۲۵

۵۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۱: ۲۰۹، رقم: ۱۶۵

۶۔ ابن مندہ، الایمان، ۱: ۳۱۴، رقم: ۱۶۰

۷۔ مروزی، تعظیم قدر الصلوۃ، ۱: ۳۸۵، رقم: ۳۷۸

۸۔ سمعانی، ادب الاملاء والاستملاء، ۱: ۵۰

الضمیر سمجھنے میں کسی تشنگی کا احساس نہ رہتا۔

۱۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما کان رسول اللہ ﷺ یسرد سردکم هذا، و لکنه کان یتکلم بکلام بیّن فصلٍ، یحفظهٗ من جلس إلیه۔(۱)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ تمہارے مانند تیزی سے مسلسل کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ ﷺ اس طرح کلام فرماتے کہ گفتگو کا ہر کلمہ واضح اور جُدا ہوتا اور پاس بیٹھنے والا شخص اُسے یاد کر لیتا تھا۔‘‘

۲۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نہ صرف ہر بات کھول کھول کر بیان فرماتے بلکہ بسا اوقات گفتگو کے اہم نکات کو مخاطبین کے دلوں میں اُتارنے کے لئے بار بار دہراتے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ گفتگو تین بار دہراتے تھے:

کان رسول اللہ ﷺ یعید الکلمة ثلاثاً لتُعقل عنه۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۸۳، رقم: ۲۲۴
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۰۰، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۹
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۲۶۱، کتاب الأدب، رقم: ۴۸۳۹
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶:۱۰۹، رقم: ۱۰۲۴۵
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۲۵۷
۶۔ اسحاق بن راہویہ، ۳:۹۸۳، رقم: ۱۷۰۴
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۰۷، رقم: ۵۵۴۷
۸۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۴۵، رقم: ۲۹
۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۳۷۵
۱۰۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۸۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۰۰، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۰
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱:۴۸، کتاب العلم، رقم: ۹۴

←

’’حضور ﷺ (بعض اوقات) کلام کو (ضرورت کے مطابق) تین مرتبہ دُہراتے تا کہ (آپ ﷺ کے) مخاطبین اُسے اچھی طرح سمجھ لیں۔‘‘

۳۔ حضور ﷺ کی رعنائی و دلآویزی میں ڈوبی ہوئی پُرنور گفتگو کا ذکر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان الفاظ میں کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ إذا تکلّم رُئی کالنّور یخرج مِن بین ثنایاہ۔(۱)

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ،۱:۱۸۲

۴۔ حاکم، المستدرک،۴:۳۰۴، رقم:۷۷۱۶

۵۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری،۲: ۱۹۷

۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر،۱: ۳۴۱، رقم: ۶۴۵

۷۔ سیوطی، الدیباج،۲: ۴۴۹، رقم: ۸۷۰

۸۔ اسماعیلی، معجم الشیوخ،۱: ۴۵۰، رقم: ۱۰۵

۹۔ نووی، شرح صحیح مسلم،۱: ۲۳۱

۱۰۔ عظیم آبادی، عون المعبود،۳: ۳۱۴

۱۱۔ زرقانی، شرح الموطا،۲: ۳۱۷

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ،۱:۴۱

۲۔ دارمی، السنن،۱: ۴۴، رقم: ۵۸

۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط،۱: ۲۳۵، رقم: ۷۶۷

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۹

۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر،۱: ۲۹

۶۔ بیہقی، دلائل النبوہ،۱:۲۱۵

۷۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۵۸، رقم: ۷۹۶

۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ،۶: ۱۷

۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ،۳:: ۴۳۶

۱۰۔ مناوی، فیض القدیر،۵: ۷۲

’’حضور ﷺ جب کلام فرماتے تو سامنے کے دندانِ مبارک سے نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا۔‘‘

۴۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ماموں تھے، اوصافِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے آپ رضی اللہ عنہ نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنما نے اپنے ماموں جان سے اپنے نانا جان ﷺ کے اندازِ گفتگو کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا:

كان رسولُ اللهِ ﷺ طويل السكتِ، لا يتكلّم فى غيرِ حاجةٍ، يفتتح الكلام و يختمه باشداقه، و يتكلم بجوامع الكلم، كلامه فصل، لا فضول و لا تقصير، ليس بالجافى و لا المهين۔(۱)

’’حضور ﷺ طویل سکوت فرمانے والے تھے (یعنی آپ ﷺ خاموش طبع تھے)، بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے، آغازِ کلام اور اُس کا اختتام دہن مبارک کی جانبوں اور کناروں سے ہوتا (یعنی ہر کلمہ کی ادائیگی مکمل طور پر ہوتی)۔ حضور ﷺ کا کلامِ اقدس جامع الفاظ پر مشتمل ہوتا (یعنی مختصر کلمات ہوتے مگر معانی و مطالب کا ایک سمندر اپنے دامن میں سمیٹے ہوتے)، نیز کلمات میں باہم مناسب فاصلہ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۸۴، رقم: ۲۲۶
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۶، رقم: ۴۱۴
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۳
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲
۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۳۲
۷۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۴۲
۸۔ ابن حبان، الثقات، ۲: ۱۴۷
۹۔ ابنِ جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۷
۱۰۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۸۲

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

ہوتا (تاکہ سامعین اچھی طرح سُن اور سمجھ سکیں) اور یاد رکھ سکیں، الفاظ نہ ضرورت سے زیادہ ہوتے اور نہ ادائیگیٔ مقصد سے قاصر (بلکہ حقِ بلاغت ادا کرتے ہوئے ایسی گفتگو فرماتے کہ بالکل مقصد پر منطبق ہوتی)۔ آپ ﷺ سخت مزاج تھے نہ کسی کی تذلیل فرماتے۔‘‘

۵۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

إنّ النبی ﷺ کان یحدث حدیثاً لو عدّہ العادُ لأحصاہ۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ اِس انداز سے کلام فرماتے کہ اگر کوئی (الفاظ) گننا چاہتا تو (بآسانی) شمار کرسکتا تھا۔‘‘

۶۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب سکوت اختیار فرماتے تو چہرۂ انور سے وقار و عظمت اور رُعب و جلال جھلکتا، اور کلام فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ سلکِ گوہر بار میں سے گویا موتی ڈھلک رہے ہوں، کلام میں شہد کی سی مٹھاس ہوتی۔ معلمِ اعظم حضور رحمتِ عالم ﷺ کی گفتگوئے بے مثال کے حوالے سے اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے حسن و رعنائی کلام کا ذکر انتہائی خوبصورت اور دلکش انداز میں کرتی ہیں:

إن صمت فعلیہ الوقار، و إن تکلم سماہ و علاہ البھاء أجمل

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۷، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۷۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۲۹۸، کتاب الزہد و الرقائق، رقم: ۲۴۹۳
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۲۰، کتاب العلم، رقم: ۳۶۵۴
۴۔ حمیدی، المسند، ۱: ۱۲۰، رقم: ۲۴۷
۵۔ ابو یعلی، المسند، ۸: ۱۳۶، رقم: ۴۶۷۷
۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۹۵
۷۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۵۷، رقم: ۷۹۴
۸۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۸۲
۹۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۴۰

الناس وابهاه من بعيد و احسنه و أجمله من قريب حلو المنطق فصلا لا نزر و لا هذر كأن منطقه خرزات نظم يتحدرن۔(۱)

''جب خاموش ہوتے تو آپ ﷺ پر وقار ظاہر ہوتا اور جب بولتے تو آپ ﷺ پر چمک طاری ہو جاتی۔ لوگوں میں سے حسین تر، دُور سے روشن تر، قریب سے حسین و جمیل تر، میٹھی باتیں کرنے والے، الگ الگ، نہ مختصر نہ زیادہ طویل، آپ ﷺ کی باتیں گویا لڑی سے گرتے موتی ہوتیں۔''

۷۔ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا ہی سے ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

إذا صمتَ فعليه البهاء، و إذا نطق فعليه وقار، له كلامٌ كخرزاتِ النظم۔(۲)

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳:۱۱-۱۲، رقم: ۴۲۷۴
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴:۴۹، رقم: ۳۶۰۵
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۵۷
۴۔ ابن حبان، الثقات، ۱: ۱۲۶
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۳۱
۶۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱: ۲۸۳
۷۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۴۵۸، رقم: ۶۹۷
۸۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۴۷۱
۹۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۵۶
۱۰۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۳۱
۱۱۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۳۱۰

(۲) ۱۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۷۸
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷: ۱۰۵، رقم: ۶۵۱۰
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۹
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۲۹
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۲۲۷

’’جب آپ ﷺ خاموش ہوتے تو آپ ﷺ پر حسن کا نکھار چھایا ہوتا اور جب آپ ﷺ بولتے تو آپ ﷺ پر وقار کی کیفیت ہوتی، آپ ﷺ کا کلام موتیوں کے ہار کی مثل تھا۔‘‘

۳۔ تبسم اور خوش مزاجی

حضور ﷺ کے اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ میں خوش طبعی، شگفتہ مزاجی اور تبسم فرمانے کی عادت ایک عجیب شانِ دل آویزی لئے ہوئے تھی۔ آپ ﷺ مزاح بھی فرماتے تھے لیکن یہ مزاح ہمیشہ تہذیب کے دائرہ میں رہتا۔ کسی بات پر ہنستے تو ہنسی میں کبھی آواز پیدا نہ ہوتی بلکہ یہ ایک قسم کا تبسم ہی ہوتا۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما رأیتُ النبی ﷺ مستجمعاً قطُّ ضاحکا حتی أرٰی منه لَهَواته، إنما کان یتبسم۔(۱)

’’میں نے کبھی بھی حضور ﷺ کو اس طرح زور سے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۶۱، کتاب الأدب، رقم: ۵۷۴۱
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۶۱۶، کتاب صلاۃ الاستسقاء، رقم: ۸۹۹
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۲۶، کتاب الادب، رقم: ۵۰۹۸
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۶۶
۵۔ ابن مبارک، کتاب الزہد، ۱: ۴۸، رقم: ۱۴۸
۶۔ ابن ابی عاصم، کتاب الزہد، ۱: ۲۴
۷۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۴۹۵، رقم: ۳۷۰۰
۸۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۷۶، رقم: ۲۱۵
۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۳۶۰، رقم: ۶۲۵۴
۱۰۔ ابونعیم، المسند المستخرج علی صحیح مسلم، ۲: ۴۸۴، رقم: ۲۰۲۵
۱۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۱: ۱۳۰

ﷺ کا حلق مبارک دیکھ لیتی، (آپ ﷺ کا ہنسنا بھی) آپ ﷺ کا تبسم ہی ہوا کرتا تھا۔‘‘

۲۔ سیدنا حصین بن زید کلبی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم میں ایک حدیث مبارکہ مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

ما رأيتُ رسولَ الله ﷺ ضاحكاً، ما كان إلا التبسم۔(۱)

’’میں نے رسولِ خدا ﷺ کو کبھی قہقہہ لگا کر ہنستے نہیں دیکھا، آپ ﷺ کا ہنسنا تو بس تبسم ہوا کرتا تھا۔‘‘

۳۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے تبسم فرمانے کے بارے میں روایت بیان کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سألتُ خالي هنداً عن صفة ضحك رسول الله ﷺ، فقال: جُلُّ ضحكه التبسم، يَفْتر عن مثل حَبِّ الغمام۔(۲)

’’میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے ہنسنے کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا ہنسنا تبسم ہی ہوتا تھا اور مسکراتے تو دانت مبارک اولوں کے دانوں کی طرح آبدار تروتازہ اور انتہائی سفید و شفاف نظر آتے۔‘‘

۴۔ آپ ﷺ مسکراتے تو یوں لگتا گویا صحنِ چمن میں گلاب کھل اُٹھے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے من خوشی سے پھولے نہ سماتے اور ہر طرف آپ ﷺ کا حسین تبسم آبدار موتیوں کی

---

(۱) ابن جوزی، الوفاء: ۴۶۵، رقم: ۸۲۷

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا باحوالِ المصطفیٰ: ۴۶۵، رقم: ۸۲۸
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۵، رقم: ۲۲۶
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۶، رقم: ۴۱۴
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۴

طرح بکھر جاتا۔ بعض دفعہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی مسکراہٹ کا ایسا انداز بھی ہوتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے دندانِ مبارک بھی دیکھ لیتے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فضحک النبی ﷺ حتی بدتْ أنیا بُه۔(۱)

''پس حضور نبیٔ اکرم ﷺ اتنا مسکرائے کہ آپ ﷺ کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔''

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھما بیان کرتے ہیں کہ دوزخ میں سب سے آخر میں نکلنے والے ایک شخص کی روداد بیان کرتے ہوئے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے تبسم فرمایا:

رأیتُ رسولَ اللہ ﷺ ضحک حتی بدتْ نواجِذُه۔(۲)

''میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اس قدر مسکرائے کہ آپ ﷺ کی مبارک داڑھیں

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۸۴، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۳۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۸۱، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۱۱
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۳۱۳، کتاب الصوم، رقم: ۲۳۹۲
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۱۱، رقم: ۳۱۱۴
۵۔ مالک بن انس، الموطا، ۱: ۲۹۶، رقم: ۶۵۷
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۴۱
۷۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۹، رقم: ۱۷۱۶
۸۔ دارقطنی، السنن، ۲: ۱۹۰، رقم: ۴۹
۹۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۲۸۹، رقم: ۳۵۲۳
۱۰۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲: ۳۴۸، رقم: ۹۷۸۶
۱۱۔ طحاوی، شرح معانی الاثار، ۲: ۶۰
۱۲۔ حمیدی، المسند، ۲: ۴۴۱، رقم: ۱۰۰۸
۱۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲: ۳۶۵، رقم: ۲۲۴۶
۱۴۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، ۴: ۲۲۱، رقم: ۷۸۲۹
۱۵۔ ابن جارود، المنتقی، ۱: ۱۰۴، رقم: ۳۸۴
(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۴۰۲، کتاب الرقاق، رقم: ۶۲۰۲
←

نظر آنے لگیں۔‘‘

کتبِ سیر و احادیث میں حضور ﷺ کی خوش مزاجی و شیریں بیانی کے ان گنت واقعات درج ہیں، یہ خوش مزاجی اور شگفتہ بیانی اپنے جاں نثاروں کی دلجوئی کے لئے ہوتی۔ آپ ﷺ ہر آنے والے ملاقاتی کا خندہ پیشانی سے ملتے، وفود کو خوش آمدید کہتے وقت لبوں پر تبسم کے پھول کھل اُٹھتے، جاں نثاروں کے جھرمٹ میں ہشاش بشاش رہتے۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأیتُ أحداً أکثر تبسماً مِن رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔(۱)

’’میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو مسکرانے والا نہیں پایا۔‘‘

.... ۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۷۳، کتاب الایمان، رقم: ۱۸۶

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۷۱۲، ابواب صفۃ الجنہ، رقم: ۲۵۹۵

۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۵۲، کتاب الزہد، رقم: ۴۳۳۹

۵۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۹۰، رقم: ۲۳۳

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۷۸

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶، ۴۵۷، رقم: ۷۴۳۱

۸۔ الحاکم، المستدرک، ۴: ۶۳۴، رقم: ۸۷۵۱

۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۳۷، رقم: ۳۴۰۱۶

۱۰۔ ابویعلیٰ، المسند، ۹: ۲۷، رقم: ۵۱۳۹

۱۱۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۱۴۳ رقم: ۴۲۶

۱۲۔ شاشی، المسند، ۲: ۲۱۹، رقم: ۷۸۷

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۱، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۱، ۳۶۴۵

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۶، رقم: ۱۸۰

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۹۱

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۲۵۱، رقم: ۸۰۴۷

۵۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹: ۲۰۶ ←

۴۔ گریہ و زاری

خوف و خشیت الٰہی سے حضور ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہو جاتی کہ کثرت گریہ و زاری سے آپ کے سینہ مبارک سے ہنڈیا کے جوش مارنے کی سی آوازیں نکلنے لگتیں اور ساون کی جھڑی کی طرح آنسوؤں کی برسات ہونے لگتی۔ اس طرح کی کیفیت ہر نماز کی حالت میں وارد ہوتی۔ وہ نماز جو بندگی میں معراج کی آئینہ دار تھی ۔ اس کی کیفیت و محویت کا کون اندازہ کرسکتا ہے!

۱۔ حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ نماز میں آقا ﷺ کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لجوفه أزيز كأزيز المرجل من البكاء۔(۱)

.........۶۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۶۵، رقم: ۸۲۴

۷۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۴۱

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۶۳، رقم: ۳۲۳

۲۔ ابو داؤد، السنن، ۱: ۲۳۸، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۹۰۴

۳۔ نسائی، السنن، ۳: ۱۳، کتاب السہو، رقم: ۱۲۱۴

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۱۹۵، رقم: ۵۴۴

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۵

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۴۳۹، رقم: ۶۶۵

۷۔ ابویعلی، المسند، ۳: ۱۷۴، رقم: ۱۵۹۹

۸۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۳۹۶، رقم: ۹۷۱

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۵۱، رقم: ۳۱۷۳، ۳۱۷۴

۱۰۔ بیہقی، شعب الایمان، ۱: ۴۸۱، رقم: ۷۷۴

۱۱۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱: ۱۳۸

۱۲۔ ابن جوزی، الوفاء: ۵۴۸، رقم: ۱۰۱۲

۱۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۵۹

’’آپ ﷺ کے سینۂ انور سے رونے کی آوازیں اس طرح آرہی تھیں جیسے ہنڈیا کے اُبلنے کی آواز آتی ہے۔‘‘

۲۔ سورج گرہن وغیرہ کے مواقع پر بھی حضور ﷺ محبوبِ حقیقی کی بارگاہ میں سرِنیاز خم کرکے سجدہ ریز ہو جاتے اور نالہ و گریہ سے عجب سماں بندھ جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر نماز شروع کی تو حضور ﷺ نے قیام، رکوع اور سجود کو معمول سے بہت زیادہ طویل کر دیا۔

فجعل ينفخ و يبكى۔(۱)

’’پھر حضور ﷺ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔‘‘

۳۔ احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر بھی آپ ﷺ کی چشمانِ مقدس سے آنسو رواں ہو گئے۔

۴۔ نبیٔ آخرالزماں حضور رحمتِ عالم ﷺ مسجدِ نبوی میں جلوہ افروز تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حلقہ بنائے اپنے آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ مجھے کلامِ الٰہی سناؤ۔ وہ پیکرِ ادب بن کر عرض گزار ہوئے: آقا! ایک غلام کی کیا مجال کہ آپ ﷺ کے سامنے کلامِ پاک کی تلاوت کرے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابی کی دلجوئی فرماتے ہوئے کہا کہ میں دوسروں سے کلامِ الٰہی سننا پسند کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اپنے آقا ﷺ کے حکم کی تعمیل میں سورہ نساء کی تلاوت شروع کی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس آیت پر پہنچا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۶۵، رقم: ۳۲۵
۲۔ نسائی، السنن، ۳: ۱۳۸، کتاب الکسوف، رقم: ۱۴۸۲
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۵۳، رقم: ۹۰۱

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

شَهِيدًا○(۱)

’’پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب!) ہم آپ کو اُن سب پر گواہ لائیں گے○‘‘

اِس آیتِ کریمہ کی سماعت پر حضور ﷺ کی چشمانِ مقدس سے آنسو رواں ہو گئے۔(۲)

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی سفر میں رات کے وقت حضور رحمتِ عالم ﷺ نے بسم اللہ کی تلاوت کی اور آغاز کرتے ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر گریہ و زاری کی وہ کیفیت طاری ہوگئی کہ حضور ﷺ نے بیس مرتبہ اس کی تلاوت فرمائی اور ہر مرتبہ خشیتِ الٰہی سے روتے روتے گر پڑتے ، پھر مجھے مخاطب کرکے ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ!

لقد خاب مَن لم يرحمه الرحمن الرحيم۔(۳)

’’وہ شخص تباہ ہوگیا جس پر رحمٰن و رحیم (خدا) نے رحم نہ فرمایا۔‘‘

۵۔عبادت و خشیتِ الٰہی

حضور نبیٔ اکرم ﷺ معصوم عن الخطاء تھے، آپ ﷺ پر گناہوں کا سایہ بھی نہ پڑا تھا مگر اس کے باوجود تعلیم اُمت کے لئے آپ ﷺ کثرت سے نوافل ادا کرتے، خوف و

(۱) القرآن، النساء، ۴:۴۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۲۳۸، ابواب تفسیر القرآن، رقم: ۳۰۲۵

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۲۴، کتاب العلم، رقم: ۳۶۶۸

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۸، رقم: ۸۰۷۵

۴۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ ا: ۲۶۴، رقم: ۳۲۴

۵۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۵۴۸، رقم: ۱۰۱۱

(۳) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۴۹، رقم: ۱۰۱۵

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۳: ۱۸۱، رقم: ۵۷۶

خشیت کا یہ عالم تھا کہ ساری ساری رات مصلّیٰ پر گزر جاتی۔ طویل قیام اور عجز و نیاز مندی کی سجدہ ریزیاں آپ ﷺ کا معمول تھا۔ آپ ﷺ عبادت میں کمال انہماک اور خشوع و خضوع اختیار فرماتے، آپ ﷺ نے اُمت کو کثرتِ بندگی کی تعلیم دی، لیکن دوسروں کو تلقین کرنے سے پہلے خود اس کی مثال قائم کی۔

۱۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آقا ﷺ رات کو نمازِ تہجد ادا فرماتے تو قیام کو اتنا طویل کر دیتے کہ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ تو اللہ کے محبوب اور مقرّب ہیں، آپ اس قدر مشقت کیوں اُٹھاتے ہیں؟ تو نبیٔ آخر الزماں ﷺ نے فرمایا:

يا عائشةُ! أفلا أكون عبدًا شكورًا۔(۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۱۷۲، کتاب صفات المنافقین واحکامہم، رقم: ۲۸۲۰
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۸۰، کتاب التہجد، رقم: ۱۰۷۸
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲: ۲۶۸، ابواب الطہارۃ، رقم: ۴۱۲
۴۔ نسائی، السنن، ۳: ۲۱۹، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، رقم: ۱۶۴۴
۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۴۵۶، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنہ فیہا، رقم: ۱۴۱۹
۶۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۲۲، رقم: ۲۶۳
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۱۵
۸۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۳۸۶، رقم: ۶۲۰
۹۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۲۰۱، رقم: ۱۱۸۳
۱۰۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۱۳۸، رقم: ۳۸۱۰
۱۱۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۱۲۸، رقم: ۱۹۰
۱۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۹۷، رقم: ۴۳۹۹
۱۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۱۱، رقم: ۹۳۰
۱۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۵۸

’’اے عائشہ! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟‘‘

۲۔ حضور ﷺ کی کثرت عبادت، مجاہدے اور زہد و ریاضت کے بارے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تعبّد رسول اللہ ﷺ حتی صار کالشَّن البالی۔(۱)

’’حضور ﷺ نے اس قدر عبادت کی کہ آپ ﷺ پرانے مشکیزے کے مانند ہو گئے۔‘‘

۶۔ آقائے دوجہاں ﷺ کی قراءت

صاحبِ قرآن حضور نبیٔ اکرم ﷺ اپنی نمازوں میں زیادہ سے زیادہ قراءت فرماتے۔ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ سردارِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نمازِ فجر میں طویل قراءت فرماتے جبکہ دیگر فرائض میں قدرے کم قراءت فرماتے۔ نوافل میں طویل قیام فرماتے، خصوصاً قیام اللیل میں کہ کوئی دوسرا شخص آپ ﷺ کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔

۱۔ حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أنّ رسولَ اللہ ﷺ کان یقرأ فی صلوٰۃِ الغداۃِ مِن الستین إلی المائۃِ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۱۱، رقم: ۹۳۴
۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۸۱، ۳۴۳۴۸
۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۳: ۱۶۵
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۲۰۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۳۸، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۶۱
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۱۵، کتاب مواقیت الصلاۃ، رقم: ۵۷۴
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۱: ۱۰۹، کتاب الصلاۃ، رقم: ۳۹۸
۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۲: ۱۶۱
۵۔ ابویعلی، المسند، ۱۳: ۴۲۵، رقم: ۷۴۲۹

’’حضور ﷺ صبح کی نماز میں ساٹھ آیات سے سو آیات کے درمیان تک قرأت فرماتے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت ابو وائل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

صلّيتُ مع رسول الله ﷺ، فأطال حتى هممتُ بأمرٍ سوءٍ، قال: قيل: وما هممتَ به؟ قال: هممتُ أن أجلس وأدعه۔(۱)

’’ایک شب میں نے حضور ﷺ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے طویل قیام کیا (اورقراءت فرماتے چلے گئے) حتیٰ کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کر لیا۔ میں (حضرت وائل) نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آپ نے کس بات کا ارادہ کیا تھا؟ اُنہوں نے فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ حضور ﷺ کو قیام میں چھوڑ کر خود بیٹھ جاؤں۔‘‘

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كانتْ قراءةُ النبي ﷺ بالليل يرفعُ طورًا ويخفضُ طورًا۔(۲)

’’رات کے وقت حضور ﷺ کبھی بلند آواز سے قراءت فرماتے اور کبھی آہستہ آواز

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۵۳۷، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، رقم: ۷۷۳
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۸۱، کتاب التہجد، رقم: ۱۰۸۴
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۴۵۶، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنہ فیہا، رقم: ۱۴۱۸
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸۵، رقم: ۳۶۴۶
۵۔ ابو یعلی، المسند، ۹: ۱۰۰، رقم: ۵۱۶۵

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۳۷، کتاب الصلاۃ، رقم: ۱۳۲۸
۲۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۱۸۸، رقم: ۱۱۵۹
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱: ۳۲۲، رقم: ۳۶۸۱
۴۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۴۵۴، رقم: ۱۱۶۶
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۱۲، رقم: ۴۴۸۷

سے۔‘‘

۴۔ آقائے دوجہاں ﷺ کا عام معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ تین روز میں قرآنِ پاک ختم کرلیا کرتے تھے۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنّ رسولَ اللهِ ﷺ کان لا یقرأ القرآن فی أقلِّ مِن ثلاثٍ۔(۱)

’’حضور ﷺ تین دن رات سے کم وقت میں قرآنِ حکیم ختم نہیں فرماتے تھے۔‘‘

۷۔ رفتارِ مبارک

حضور ﷺ کا چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، غرض ہر عمل وقار و تمکنت کا آئینہ دار تھا، چلتے تو وقار اور اعتماد کے ساتھ چلتے، قدم اُٹھاتے تو زمین قدم بوسی کی منتظر رہتی۔ وہ زمین جس پر آپ ﷺ خرامِ ناز فرماتے اُس پر آسمان رشک کرتا کہ تجھے سردارِ کائنات کے قدموں کو بوسہ دینے کا اِعزاز حاصل ہوا ہے۔ آپ ﷺ کی رفتار پر نہ تو دل کی تنگی کا گمان ہوتا اور نہ یہ اندازہ لگایا جاسکتا کہ آپ ﷺ کسی اُلجھن میں گرفتار ہیں یا طبیعت پر کسی قسم کی گرانی ہے۔ چال میں شانِ نبوت کا رُعب بھی تھا اور عبدیت کا عجز و انکسار بھی۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسولُ اللهِ ﷺ إذا مشی تکفّأ تکفّؤاً، کأنّما ینحط مِن صببٍ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۵۳، رقم: ۴۳۸
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۷۶
۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۱۴، رقم: ۹۴۴

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱، رقم: ۵
۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۲۴۸
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۱
۴۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۲۱
۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۶

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

’’حضور ﷺ چلتے تو پاؤں جما کر چلتے تھے، گویا بلندی سے اُتر رہے ہیں۔‘‘

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے خرامِ ناز کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

كان إذا مشى تقلّع كأنّما يمشي في صببٍ۔(۱)

’’حضور ﷺ جب چلتے تھے تو ہمت اور قوت سے پاؤں اُٹھاتے، (پاؤں زمین پر گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے) چلنے میں تیزی اور قوت کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا) گویا ڈھلواں جگہ پہ چل رہے ہوں۔‘‘

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

و ما رأيتُ أحدًا أسرع في مشيته مِن رسولِ اللهﷺ، كأنّما الأرض تطوى له، إنّا لنجهد أنفسنا، و إنه لغير مكترث۔(۲)

’’میں نے آپ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کوئی نہیں دیکھا، زمین گویا آپ ﷺ کے لئے لپٹ جاتی تھی۔ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہم قدم ہونے میں مشقت محسوس کرتے تھے جبکہ حضور ﷺ اپنی معمول کی رفتار سے چلتے جاتے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۹، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۸
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۵۱
۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۱: ۳۳، رقم: ۷
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۲۹
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۵۰
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۱: ۱۱۲، رقم: ۱۲۴
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۵، رقم: ۶۳۰۹
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۵
۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۴، ۱۵

۸۔ اندازِ نشست و برخاست

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ہر ادا حسن و جمال کا مرقع تھی، صحابہ کرام ﷺ...... جنہیں حضور ﷺ کی محافل میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی تھی ...... نے ان محافل میں اپنے آقا ﷺ کی ایک ایک ادا کو لوحِ تاریخ میں محفوظ کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔

۱۔ حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان النبيُ ﷺ أوقرَ الناسِ في مجلسِه، لا يكادُ يخرجُ شيئًا من أطرافِه۔(۱)

’’مجلس میں حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ باوقار ہوتے تھے، اور حضور ﷺ اطراف (مثلاً منہ، ناک، کان وغیرہ) سے کوئی چیز ظاہر نہیں فرماتے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أنّ رسولَ اللهِ ﷺ كان إذا جلس إحتبىٰ بيده۔(۲)

’’رسولِ اکرم ﷺ جب مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو دونوں گھٹنے کھڑے کر

(۱) قاضی عیاض، الشفا، ۱:۸۰

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۲۶۲، کتاب الأدب، رقم: ۴۸۴۶
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۱۷، رقم: ۱۳۰
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۲۳۶، رقم: ۵۷۰۹
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۶۰
۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۱۱۸، رقم: ۱۶۸
۶۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۱:۱۷۶
۷۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۵۶، رقم: ۷۸۹
۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۴۰
۹۔ دومی، الاتحافات الربانیہ: ۱۸۰

کے اُنہیں ملاتے ہوئے اُن کے گرد ہاتھوں کا حلقہ سا بنا کر بیٹھتے۔‘‘

حضور ﷺ مجلس میں اس طرح تشریف فرما ہوتے کہ رعب کے ساتھ وقار اور عجز و اِنکسار بیک وقت آپ ﷺ کے نشست و برخاست کے ہر انداز سے ظاہر ہوتا۔

۳۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ تاجدارِ کائنات ﷺ تکیے کا سہارا لے کر بیٹھتے اور آپ ﷺ کے اس انداز میں کسی قسم کا تکلف نہ ہوتا تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأيتُ رسولَ الله ﷺ متكئاً علٰى وسادةٍ علٰى يسارِه۔(۱)

’’میں نے حضور ﷺ کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا ہوا تھا۔‘‘

۹۔ حضور ﷺ کا چھینک لینا

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن النبی ﷺ کان إذا عطس غطی وجهه بيده أو بثوبه و غَضّ بها صوته۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۹۸، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۷۰
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۱۸، رقم: ۱۳۱
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۸۶
۴۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۳۱، رقم: ۲۳۱۶
۵۔ ابوعوانہ، المسند، ۴: ۱۲۸، رقم: ۶۲۷۲
۶۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۳۲۴، رقم: ۱۳۳۴۳
۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۸۴، رقم: ۶۲۹۷
۸۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۵۶، رقم: ۷۹۰
۹۔ دومی، الاتحافات الربانیہ: ۱۷۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۸۶، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۴۵ ←

’’حضور ﷺ کو جب چھینک آتی تو اپنا منہ مبارک ہاتھ مبارک یا کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور آواز مبارک پست رکھتے۔‘‘

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن النبی ﷺ کان إذا عطس غطی وجهه بیده أو بثوبه و غض بها صوته۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ کو جب چھینک آتی تو ہاتھ مبارک یا کپڑے سے اپنا منہ مبارک ڈھانپ لیتے اور اپنی آواز مبارک پست رکھتے۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ کان إذا عطس حمد اللہ، فیقال له: یرحمک اللہ، فیقول؛ یهدیکم اللہ ویصلح بالکم۔(۲)

’’جب نبیٔ اکرم ﷺ کو چھینک آتی تو اللہ کی حمد بیان فرماتے، اور آپ

.... ۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۰۷، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۲۹

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۳۹

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۳۲۵، رقم: ۷۷۹۶

۲۔ حمیدی، المسند، ۲: ۴۸۹، رقم: ۱۱۵۷

۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲: ۲۳۷، رقم: ۱۸۴۹

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۹۰، رقم: ۳۳۹۴

۵۔ ابن جوزی، الوفا، ۴۵۵، رقم: ۷۸۵

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۰۴

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۲۸، رقم: ۹۳۴۰

۳۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹: ۱۷۶، رقم: ۱۵۷

۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۱۷۷، رقم: ۲۷۸

۵۔ لحجی، منتہی السول، ۱: ۴۱۱

ﷺ سے کہا جاتا: یَرحَمُکَ الله (اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے)۔ آپ ﷺ (جواباً) ارشاد فرماتے: یَھدِیُکُم الله ویصلح بالکم (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت عطا کرے اور تمہارے احوال بہتر فرمائے)۔''

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أنّ رسول الله ﷺ کان یکره العطسةَ الشدیدةَ فی المسجد۔(۱)

''نبیٔ اکرم ﷺ مسجد میں زور سے چھینک لینے کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔''

۵۔ روایت ہے:

کان ﷺ یکره رفع الصوتِ بالعطاس۔(۲)

''نبیٔ اکرم ﷺ بلند آواز سے چھینک لینے کو ناپسند فرماتے تھے۔''

آقائے دوجہاں ﷺ نے کبھی جمائی نہیں لی بلکہ جمائی پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ: إنّ الله یحبّ العُطاس و یکره التثاؤب، فإذا عطس أحدکم، فقال: الحمد لله، فحق علیٰ کل مَن سمعه أن یقول: یرحمک الله، و أما التثاؤب، فإذا تثاءب أحدکم فلیَرُدَّه، ما استطاع و لا یقولن: هاه هاه، فإنّما ذالک مِن الشیطانِ یضحک منه۔(۳)

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۹۰، رقم: ۳۳۹۵

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۲، رقم: ۹۳۵۶

۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۶۱، رقم: ۶۸۷

(۲) لجی، منتہی السول، ۱: ۴۱۲

(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۸۷، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۴۷

←

’’حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند، پس جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ **الحمد ﷲ** کہے، سننے والے پر لازم ہے کہ وہ جواب میں **یرحمک اﷲ** کہے، جبکہ تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو حسبِ استطاعت اُسے روکے اور ھاہ ھاہ نہ کرے کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہے، جس پر وہ خوش ہو کر ہنستا ہے۔‘‘

۱۰۔ حضور ﷺ کا اِستراحت فرمانا

حضور نبئ اکرم ﷺ عظمت کی جس بلندی پر رونق افروز ہوئے عام انسان تو کیا اللہ کے دیگر برگزیدہ انبیاء و رسل میں کسی کو بھی اس مقامِ عظمت تک رسائی حاصل نہ ہوئی۔ انسانی لغت کا کوئی ایک لفظ بھی حضور ﷺ کے مقام و مرتبہ اور عظمت و رفعت کا عشر عشیر بھی بیان نہیں کر سکتا۔ وہ سب سے سربلند اور سب سے عظیم انسان تھے، لیکن اس مقام و مرتبے پر جلوہ افروز ہونے کے باوجود آپ ﷺ ایک چٹائی پر استراحت فرماتے، جس پر کوئی دوسرا کپڑا اچھا نہ ہوتا۔ والئ کونین حضور نبئ اکرم ﷺ جب اس بستر پر آرام فرما ہوتے تو جسمِ اطہر پر بوریا کے نشان پڑ جاتے۔

بقولِ اقبال:

بوریا ممنونِ خواب راحتش
تاجِ کسریٰ زیر پائے اُمتش

۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۹۷، کتاب الأدب، رقم: ۵۸۶۹

۳۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۳۰۶، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۲۸

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۶۲، رقم: ۱۰۰۴۳

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۲۸، رقم: ۹۵۲۷

۶۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۲۹۳، رقم: ۷۶۸۳

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۳۵۹، رقم: ۵۹۸

۸۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۶۱، رقم: ۹۲۲

۹۔ عبدالرزاق، المصنف، ۲: ۲۷۰، رقم: ۳۳۲۲

(آپ چٹائی پر خوابِ استراحت فرماتے جبکہ آپ کی امت کے قدموں میں ایران کی شہنشاہیت کا تخت بچھا ہوا تھا۔)

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

دخلتُ علی النبیﷺ وھو فی غرفةٍ كأنها بيت حمام، وهو نائمٌ على حصير قد أثر بجنبه۔ (۱)

''میں نبیٔ اکرم ﷺ کے کاشانۂ اقدس میں داخل ہوا تو آپ ﷺ کا کمرہ حمام کی طرح (گرم) تھا جبکہ آپ ﷺ چٹائی پر آرام فرما تھے، جس کے نشانات آپ ﷺ کے پہلو مبارک پر تھے۔''

۲۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

أنّ النبیﷺ كان يحتجر حصيرا بالليل فيصلي و يبسطه بالنهار فيجلس عليه۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ الحجی، منتہی السول، ۱:۵۲۸
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۶۲، رقم: ۱۰۳۲۷
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۱۱، رقم: ۱۰۴۱۳
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۸۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۰۱، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۲۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۶۱
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۳۰۹، رقم: ۲۵۷۱
۴۔ حمیدی، المسند، ۱:۹۵، رقم: ۱۸۳
۵۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۲: ۴۷۰، رقم: ۱۰۴۵
۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۰۹، رقم: ۵۰۲۰
۷۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۶۸، رقم: ۱۰۸۵
۸۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۵۶

’’نبیٔ اکرم ﷺ رات کے وقت چٹائی کو حجرہ کی صورت میں اردگرد کھڑا فرما لیتے (پردہ بنا لیتے) اور اس کے اندر نماز ادا فرماتے، دن کے وقت اسے بچھا کر اُس پر تشریف فرما ہوتے۔‘‘

۴۔ احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ آپ ﷺ کا بستر مبارک ایک ٹاٹ ہوتا تھا، جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوہرا کر کے حضور ﷺ کے لئے بچھا دیا کرتی تھیں۔ وہ چارپائی جو تاجدارِ کائنات ﷺ کے زیرِ استعمال رہی، کھجور کی بنی ہوئی تھی۔ اس پر آرام فرما ہوتے تو جسمِ اطہر پر نشانات پڑ جاتے۔ جاں نثارانِ مصطفیٰ یہ منظر دیکھتے تو بے اختیار آبدیدہ ہو جاتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دخلتُ علی رسول اللہ ﷺ و ھو علی سریر مضطجع مرمل بشریط، و تحت رأسِه وسادة مِن أدم حشوھا لیف، فدخل علیه نفر مِن أصحابه و دخل عمر فانحرف رسول اللہ ﷺ انحرافة فلم یر عمر بین جنبیه و بین الشریط ثوبا و قد أثر الشریط بجنب رسول اللہ ﷺ۔ (۱)

’’میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا، نبیٔ اکرم ﷺ چارپائی پر آرام فرما تھے جو کہ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی پٹی سے بنی تھی۔ آپ ﷺ کے سرِ اقدس کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا، جو کھجور کی چھالی سے بھرا ہوا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، حاضرِ خدمت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۹
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۶۷، رقم: ۶۳۶۲
۳۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۵: ۱۶۷، رقم: ۲۷۸۲
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۲۶
۵۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۳۳۷
۶۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۶۷

نے ذرا پہلو بدلا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے پہلوؤں اور کھجور کی پٹی کے درمیان کوئی بچھونا حائل نہیں ہے (اس وجہ سے) کھجور کی پٹی کے نشانات پہلوئے اقدس پر نمایاں نظر آ رہے تھے۔‘‘

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو بے اختیار اشکبار ہو گئے۔ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر عرض کیا کہ میرا سببِ گریہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ ﷺ قیصر و کسریٰ سے بہت عزت و کرامت والے ہیں اور دنیا کے اندر جس حال میں زندگی گزار رہے ہیں وہ ہر ایک کو معلوم ہے اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس حال میں ہیں جو میرے سامنے ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أما ترضٰی أن تکونَ لھم الدنیا ولنا الآخرۃ۔ (۱)

’’(اے عمر!) کیا تم اس پر راضی نہیں کہ اُن کے لئے دنیا اور ہمارے لئے آخرت ہو۔‘‘

اس پر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً حقیقت اس طرح ہی ہے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۸۶۷، کتاب التفسیر/ التحریم، رقم: ۴۶۲۹
۲۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۳۹۸، رقم: ۱۱۶۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۹
۴۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۵: ۱۶۸، رقم ۲۷۸۳
۵۔ بزار، المسند، ۱: ۳۰۴، رقم: ۱۹۵
۶۔ ابوعوانہ، المسند، ۳: ۱۶۶، رقم: ۴۵۷۳
۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۱۱، رقم: ۱۰۴۱۴
۸۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۲۶
۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۶۶
۱۰۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۶۷، رقم: ۱۰۵۶

بستر مبارک

تاجدارِ کائنات ﷺ کا بستر مبارک محض چمڑے اور ٹاٹ کا بنا ہوا تھا۔ نرم و گداز بستر کو صاحبِ لولاک ﷺ نے کبھی پسند نہیں فرمایا۔

۱۔ آپ ﷺ کے بستر مبارک کے بارے میں اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

مسحاً نثنيه ثنيتين فينام عليه۔(۱)

”ایک ٹاٹ تھا، جسے ہم دوہرا کر کے حضور ﷺ کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے، جس پر حضور ﷺ استراحت فرماتے۔“

اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شب میرے ذہن میں یہ خیال گزرا کہ اگر اس ٹاٹ کی چار تہیں کر کے حضور ﷺ کے لئے بچھا دوں تو یہ زیادہ نرم ہو جائے گا اور تاجدارِ کائنات علیہ السلام زیادہ سکون محسوس کریں گے۔ چنانچہ میں نے اس کی چار تہیں کر کے آپ ﷺ کے بستر پر بچھا دیا۔ حضور ﷺ نے اس پر آرام فرمایا۔ جب صبح نیند سے بیدار ہوئے تو پوچھا: حفصہ! رات کو تم نے میرے لئے کیسا بستر بچھایا تھا؟ عرض کی: آقا! یہ آپ ہی کا بستر تھا، مگر میں نے اس ٹاٹ کی چار تہیں کر دی تھیں تا کہ آپ کا بستر ذرا نرم ہو جائے۔ ارشاد فرمایا:

ردّوه لحالتِه الأولٰی، فإنّه منعتنی وطأته صلوٰتی الليلة۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۷۰، رقم: ۳۳۰
۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۵۳
۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲۲، رقم: ۳۷۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۷۰، رقم: ۳۳۰
۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۵۵
۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۵۳
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۵۸

’’بستر کو پہلی حالت پر ہی رہنے دو کیونکہ اس کی نرمی میری تہجد کی نماز میں رکاوٹ کا باعث بنی ہے۔‘‘

۲۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كان فراشُ رسول الله ﷺ مِن أدمٍ، و حشوه من ليف۔ (۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ کا بستر مبارک چمڑے کا بنا ہوا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔‘‘

۳۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے:

دخلتُ عليَّ إمرأةٌ مِن الأنصار فرأتُ فراشَ رسولِ الله ﷺ قطيفة مثنية فبعثتُ إليّ بفراشٍ، حشوه الصوف، فدخل عليّ رسول الله ﷺ، فقال: ما هذا يا عائشة؟ قالت: قلتُ: يا رسول الله! فلانة الأنصارية دخلتْ فرأتْ فراشَک فذهبت، فبعثتُ إليّ بهذا، فقال: ردّيه يا عائشة! فواللهِ لوشئتُ لأجرى الله تعالىٰ معى جبال الذهبِ والفضّةِ۔ (۲)

’’میرے پاس ایک انصاری عورت آئی تو اس نے نبیٔ اکرم ﷺ کا بستر دیکھا جو

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح ۵: ۲۳۷۱، کتاب الرقاق، رقم ۶۰۹۱
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۰، کتاب اللباس والزینۃ، رقم: ۲۰۸۲
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۷، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۶۱
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۴۷، رقم: ۱۳۰۹۵
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۵۶

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۷۳، رقم: ۱۴۶۸
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۶۵
۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۵۳
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۵۶

کہ دوہری کی ہوئی مخملی چادر پر مشتمل تھا۔ (وہ انصاری عورت چلی گئی اور) اس نے میرے پاس بستر بھیجا، جس میں ریشم بھرا ہوا تھا۔ نبیٔ اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی، اس نے آپ کا بستر مبارک دیکھا تو واپس جانے کے بعد میرے پاس یہ (بستر) بھیج دیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! یہ (بستر) واپس کر دے، اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ سونے و چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ چلا دیتا (یعنی جہاں میں جاتا وہیں وہ جاتے۔)''

۴۔ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان فراشُ النبي ﷺ نحوًا مما يوضع الإنسان في قبره۔(۱)

''نبیٔ اکرم ﷺ کا بستر مبارک تقریباً ایسا تھا جیسے آدمی کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے۔''

۵۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ 'کشف الغمہ' میں فرماتے ہیں:

كان لرسول الله ﷺ فراشٌ مِن أدمٍ، حشوه ليف، طوله ذراعان أو نحوهما، و عرضه ذراع و شبر أو نحوه۔(۲)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا بستر مبارک چمڑے کا بنا ہوا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ بستر مبارک کی لمبائی دو گز یا اس کی مثل اور چوڑائی ایک گز اور ایک بالشت یا اس کی مثل تھی۔''

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۱۰، ابواب النوم، رقم: ۵۰۴۴
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۲: ۵۰۲
۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲۱، رقم: ۳۷۱
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۵۷
(۲) لحجی، منتہی السول، ۱: ۵۲۲

۷۔ کتب احادیث و سیر میں حضور نبیٔ رحمت ﷺ کے استراحت فرمانے کی کیفیت کے بارے میں کئی روایات ملتی ہیں۔ ام المومنین حضرت حفصہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

انَّ رسول اللهﷺ كان إذا أراد أن يَرقُد وضع يده اليمنٰی تحت خده، ثم يقول: اَللّٰهُمَّ قِنِیُ عَذَابَکَ يَوُمَ تَبُعَثُ عِبَادَکَ، ثلاث مرات۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو دایاں ہاتھ رُخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! جس دن تو اپنے بندوں کو زندہ کرے گا اس دن مجھے اپنے عذاب سے بچا۔‘‘

۸۔ حضرت براء بن عازب اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان النبیﷺ إذا أوی إلی فراشه، قال: اَللّٰهُمَّ بِاسُمِکَ أمُوُتُ وَ أحُيَا۔ و إذا قام قال: اَلُحَمُدُ لِلّٰهِ الَّذِیُ أحُيَانَا بَعُدَ مَا أمَاتَنَا وَ إلَيهِ

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۱۰، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۴۵
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۷۱، ابواب الدعوات، رقم: ۳۳۹۹
۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۱۶، رقم: ۲۵۵
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۱۸۸، رقم: ۱۰۵۸۸
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۹۸
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۳۳۱، رقم: ۵۵۲۲
۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۲۴، رقم: ۲۶۵۳۷
۸۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲: ۱۷۷، رقم: ۱۶۳۶
۹۔ ہیثمی، موارد الظمان، ۱: ۵۸۴، رقم: ۲۳۵۰
۱۰۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۵۳
۱۱۔ لحجی، منتہی السول، ۲: ۲۸۷

النُّشورُ۔(۱)

''حضور نبیِٔ اکرم ﷺ، جب بستر مبارک پر لیٹتے تو فرماتے: ''یا اللہ! تیرے ہی نام سے مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ رہوں گا (یعنی سو کر اٹھوں گا)۔'' اور جب سو کر جاگتے تو یہ دعا پڑھتے: ''تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اُسی پاک ذات کی طرف (قیامت کے روز) لوٹنا ہے۔''

۹۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أنّ النبی ﷺ کان إذا أوی إلی فراشه کل لیلة، جمع کفیه ثم نفث فیهما، فقرأ فیهما: ﴿قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ﴾ و ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ و ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ثم یمسح بهما ما استطاع مِن جسدِه، یبدأُ بهما علی رأسه و وجهه و ما أقبل من جسده، یفعل ذالک ثلٰث مراتٍ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۲۶، کتاب الدعوات، رقم: ۵۹۵۳
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۰۸۳، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، رقم: ۲۷۱۱
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۱۱، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۴۹
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۱۹۲، رقم: ۱۰۶۰۸
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۸۵
۶۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۱۸، رقم: ۲۵۷
۷۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۵۲
۸۔ لحجی، منتہی السول، ۲: ۲۸۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۹۱۶، کتاب فضائل القرآن، رقم: ۴۷۲۹
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۷۳، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۰۲
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۱۳، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۵۶
۴۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۱۸، رقم: ۲۵۸

←

’’روزانہ رات کو جب بھی نبیٔ اکرم ﷺ اپنے بستر پر آرام فرما ہوتے تو اپنی دونوں مبارک ہتھیلیوں کو ملا کر ان پر سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر دم کرتے، پھر انہیں اپنے تمام بدن پر سر سے پاؤں تک جہاں تک ہو سکتا پھیرتے۔ آپ ﷺ اپنے سر اقدس اور چہرہ مبارک سے ابتدا فرماتے اور پھر جسم انور کے سامنے کے حصے پر (پھر بقیہ بدن پر دستِ اقدس پھیرتے)۔ آپ ﷺ یہ عمل تین مرتبہ دہراتے۔‘‘

۱۱۔ دورانِ سفر معمولاتِ نبوی ﷺ

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ آپ ﷺ کو سفر پر جانا ہوتا تو پیر یا جمعرات کو سفر کے لئے ترجیح دیتے۔

۱۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان رسولُ اللہ ﷺ یحبّ أن یُسافرَ یوم الإثنین و الخمیس۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کو سفر اختیار کرنا پسند فرماتے تھے۔‘‘

۲۔ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان النبی ﷺ یستحب یوم الخمیس أن یُسافرَ فیه۔(۲)

.........۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۵۵، ۱۵۶

۶۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۵۲

(۱) ابنِ جوزی، الوفا: ۶۸۱، رقم: ۱۳۳۱

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۳: ۲۵۹، ۲۶۰، رقم: ۵۴۲

۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۱۰، رقم: ۵۷۱

۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۴: ۳۲

۴۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۸۱، رقم: ۱۳۳۰

۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۴۶۲

’’حضور نبی اکرم ﷺ جمعرات کے دن سفر کرنا مستحب سمجھتے تھے۔‘‘

۳۔ سفر پر روانگی سے قبل بارگاہِ ایزدی میں خیر و برکت کی دعا کرنا حضور نبی اکرم ﷺ کے معمولات میں شامل تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سفر کا آغاز اِس دعا کے ساتھ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ أنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أعُوْذُ بِکَ مِنَ الضُبْنَةِ فِی السَّفَرِ، وَالْکَآبَةِ فِی الْمُنْقَلَبِ، اَللّٰهُمَّ اقْبِضْ لَنَا الأرْضَ، وَ هَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ۔(۱)

’’اے اللہ! تو ہی سفر میں (میرا) رفیق اور مصاحب ہے اور قائم مقام ہے میرے گھر میں۔ یا اللہ میں اپنے تمام ماتحت لوگوں کو تیری پناہ میں دیتا ہوں اور واپسی پر غم و پریشان ہونے سے پناہ طلب کرتا ہوں، اے اللہ! ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے اور سفر کو آسان فرما دے۔‘‘

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ دعا مروی ہے:

أن النبی ﷺ کان إذا کان فی سفر و أسحر يقول: سمع سامع

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۹۹، ۳۰۰

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۹۷، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۳۸

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۳، کتاب الجہاد، رقم: ۲۵۹۸

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۴۹، رقم: ۸۸۰۲

۵۔ مالک، الموطا، ۲: ۹۷۷، رقم: ۱۷۶۲

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۴۳۱، رقم: ۲۷۱۶

۷۔ ابویعلی، المسند، ۴: ۲۴۱، رقم: ۲۳۵۳

۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۷۸، رقم: ۲۹۶۰۶

۹۔ ہیثمی، موارد الظمان، ۱: ۲۴۱، رقم: ۹۶۹

۱۰۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۸۱، رقم: ۱۳۳۲

بحمد الله و حسن بلائه علينا، ربنا صاحبنا و أفضل علينا عائذاً بالله من النار۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ جب کسی سفر میں صبح اٹھتے تو یہ دعا فرماتے: سن لیں سننے والے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کو اور ہم پر اس کی اچھی آزمائش کو، اے ہمارے رب! ہمیں اپنی رفاقت عطا فرما اور ہم پر فضل فرما، اس حال میں کہ ہم جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔‘‘

۵۔ سفر کے دوران اگر آرام فرمانے کے لئے زیادہ وقت مل جاتا تو آپ ﷺ سو جاتے لیکن اگر وقت قلیل ہوتا تو پھر دستِ اقدس پر ٹیک لگا کر تھوڑی دیر کے لئے آرام فرمالیتے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن النبی ﷺ کان إذا عرّس بليل: اضطجع علی شقِّه الأيمن، و إذا عرّس قبيل الصبح: نصب ذراعه و وضع رأسه علٰی کفِّه۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ سفر میں رات کو چلنے کے بعد اگر اخیر شب میں کچھ دیر کے لئے کسی جگہ پر پڑاؤ ڈالتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ کر آرام فرماتے اور اگر صبح

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۰۸۶، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، رقم: ۲۷۱۸
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۴۱۹، رقم: ۲۷۰۱
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۲۳، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۸۶
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۵۷، رقم: ۸۸۲۸
۵۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۸۴، رقم: ۱۳۴۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۲۰، رقم: ۲۹۱
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۰۹
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۱۴۸، رقم: ۲۵۵۸
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۵۶، رقم: ۱۰۱۲۴
۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۵۸

کے قریب ٹھہرنا ہوتا تو اپنا (دایاں) بازو کھڑا کرتے اور ہاتھ پر سر رکھ کر آرام فرما لیتے۔‘‘

۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک اور حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سفر سے واپسی کا ارادہ ہوتا تو رسول اکرم ﷺ یہ دعا فرماتے:

آیِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔ (۱)

’’ہمارا رجوع اپنے رب کی طرف ہے درآنحالیکہ ہم اُس کے حضور میں توبہ کرنے والے، اسی کی عبادت کرنے والے، اسی کو سجدہ اور اس کی حمد و ثناء کرنے والے ہیں۔‘‘

۷۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن رسول اللہ ﷺ کان لا یقدم مِن سفر إلا نهاراً، فی الضحیٰ، فإذا قدم، بدأ بالمسجد، فصلّی فیه رکعتین، ثم جلس فیه۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۳۷، کتاب العمرہ، رقم: ۱۷۰۳
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۷۸، کتاب الحج، رقم: ۱۳۴۲
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۰۱، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۴۷
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۳، کتاب الجهاد، رقم: ۲۵۹۹
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۵۵
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۴۱۲، رقم: ۲۶۹۵
۷۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۱۴۱، رقم: ۲۵۴۲
۸۔ ابو یعلی، المسند، ۳: ۲۲۶، رقم: ۱۶۶۴
۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۷۹، رقم: ۲۹۶۱۲
۱۰۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۸۵، رقم: ۱۳۴۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۴۹۶، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، رقم: ۷۱۶

←

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ دن کو چاشت کے وقت سفر سے واپس تشریف لاتے اور آتے ہی مسجد میں قدم رنجہ فرماتے، اور دو رکعت نماز ادا فرما کر وہیں بیٹھے رہتے (تاکہ مشتاقانِ جمال اپنی نگاہوں کو آپ ﷺ کے دیدارِ فرحت آثار سے ٹھنڈا کر سکیں)۔‘‘

۸۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اس مجلس میں لوگوں کے مسائل سنتے اور حال احوال دریافت فرماتے تھے:

كان رسولُ الله ﷺ إذا قدم من سفر بدأ بالمسجد، فصلّى فيه ركعتين، ثم يقعد ما قدّر له في مسائل الناس و سلامهم۔(۱)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے، پھر وہیں تشریف رکھتے جس قدر اللہ کو منظور ہوتا، تاکہ لوگوں کے اَحوال دریافت فرمائیں اور ان کے سوالات کے جواب عنایت فرمائیں اور انہیں سلام کرنے (اور بارگاہِ اقدس میں حاضری دینے) کا موقع بخشیں۔‘‘

۱۲۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی سواریاں

سرکارِ دوجہاں ﷺ دورانِ سفر جن مروّجہ سواریوں کو اپنے استعمال میں لاتے

.........۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۶۰۴، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۵۶

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۸۸، کتاب الجہاد، رقم: ۲۷۷۳

۴۔ نسائی، السنن، ۲: ۵۴، کتاب المساجد، رقم: ۷۳۱

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۸۶

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۸۶، رقم: ۱۳۴۵

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۴: ۳۸

رہے ان کا مختصر تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

(۱) گھوڑے

آقائے دوجہاں ﷺ کو سواری کے جانوروں میں سے گھوڑے بہت پسند تھے کیونکہ اس وقت جہادِ فی سبیل اللہ کے لئے گھوڑا سب سے زیادہ کارآمد اور مفید جانور تھا۔

اصحابِ سیر نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے سات گھوڑوں کا ذکر کیا ہے:

۱۔ **السکب:** یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جو حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ملکیت میں آیا۔ آپ ﷺ نے اسے ایک اعرابی سے بعوض دس (۱۰) اوقیہ خریدا تھا۔

۲۔ **المرتجز:** یہ وہ گھوڑا ہے جسے آپ ﷺ نے ایک اعرابی سے خریدا تھا، ابھی قبضہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ اعرابی انکاری ہو گیا تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اس خریداری کے متعلق آپ ﷺ کے حق میں گواہی دی حالانکہ خریداری کے وقت وہ موجود نہیں تھے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ نے اُن کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا۔

۳۔ **اللزاز:** شاہِ مقوقس نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں بطورِ ہدیہ پیش کیا تھا۔

۴۔ **الطرب:** یہ گھوڑا آپ ﷺ کو شام کے علاقے بلقاء سے فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا۔

۵۔ **الورد:** حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو ہدیۃً پیش کیا تھا، بعد ازاں آپ ﷺ نے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا۔

۶۔ **اللحیف:** حضور ﷺ کے ایک گھوڑے کا نام اللحیف تھا۔ یہ گھوڑا آپ ﷺ کو ربیعہ بن براء نے پیش کیا تھا۔

۷۔ **سبحۃ:** اس کا معنی ہے تیز دوڑنے والا۔ یہ مشہور گھوڑا تھا۔(۱)

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۹۔۴۹۰

۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۱۸، ۲۱۹

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۶۵، رقم: ۴۲۰۷

←

(۲) اُونٹ

کتب تاریخ و سیر میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تین اونٹنیوں کا ذکر ملتا ہے:

۱۔ عضباء ۲۔ قصواء ۳۔ جدعا(۱)

فتحِ مکہ کے موقع پر آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے۔ عضباء کے متعلق اہل سیر نے لکھا ہے:

إنّ هذه العضباءَ لم تأكل بعد وفاةِ رسولِ اللهِ ﷺ و لم تشربُ حتى ماتتْ۔(۲)

’’یہی وہ عضباء اونٹنی ہے جس نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے وصال کے بعد

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۷: ۲۸۸، رقم: ۷۵۱۵

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰، ۲۵، ۲۶

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۵۶

۷۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۷۹، رقم: ۲۴۳۰

۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۹

۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۲۹، ۴۳۰

۱۰۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۳۳

۱۱۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۱

۱۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۸۹، رقم: ۱۱۲۷

۱۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۱: ۴۱۸

۱۴۔ ابو اسمٰعیل البغدادی، ترکۃ النبی، ۱: ۹۷

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۵۳، کتاب الجہاد، رقم: ۲۷۱۶

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۱۱۱، رقم: ۱۱۲۰۸

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۹۲

۴۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۱۹

۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۲

(۲) ۱۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۳

←

(آپ کے فراق میں) کچھ کھایا نہ پیا حتی کہ وفات پا گئی۔‘‘

(۳) خچر

آپ ﷺ کے زیرِ استعمال درج ذیل خچر رہے:

۱۔ شہباء: اسے دلدل بھی کہا جاتا ہے۔ نجاشی نے آپ ﷺ کو بطورِ ہدیہ یہ خچر پیش کیا تھا۔ آپ ﷺ مدنی زندگی میں اس پر سفر فرماتے رہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسی پر سوار ہو کر خوارج کے ساتھ جنگیں لڑیں، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر سواری کی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور پھر محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو بھی آقائے دوجہاں ﷺ کی اس مبارک سواری پر سوار ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

۲۔ فضہ: یہ وہ خچر ہے جو فروہ بن عمرو جذامی نے حضور ﷺ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ حضور ﷺ نے یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا۔

علاوہ ازیں کسریٰ ایران نے بھی ایک خچر خدمتِ اقدس ﷺ میں پیش کیا تھا۔ نجاشی نے بھی ایک خچر بارگاہِ نبوی ﷺ میں بھجوایا تھا جبکہ دومۃ الجندل سے بھی ایک خچر آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تھا۔(۱)

(۴) دراز گوش

اہلِ سیر و تاریخ نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے چار دراز گوشوں کا ذکر کیا ہے:

.........۲۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۱۱: ۴۲۰

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲: ۵۷۱

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۹۲

۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۵: ۲۸۹

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۹

۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۲۹۹

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۱: ۴۱۹

پہلا ....مقوقس نے ہدیہ کیا۔

دوسرا ....فروہ بن عمرو جذامی نے پیشِ خدمت کیا۔

تیسرا ....سعد بن عبادہ نے تحفہ میں دیا۔

چوتھا .... ایک صحابی نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان کی کچھ تفصیل اس طرح ہے:

ا۔ عفیر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس کا نام عفیر بیان کیا گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

كانت الأنبياء ...... يركبون الحمير و كان لرسول الله ﷺ حمار يُقال له عفير۔ (۱)

''انبیاء کرام علیہم السلام درازگوش پر سواری کرتے رہے ہیں اور حضور ﷺ کا ایک درازگوش تھا جسے عفیر کہتے تھے۔''

روایت ہے:

عفيرٌ أهداه له ﷺ المقوقس۔ (۲)

''عفیر حضور ﷺ کو شاہ مقوقس نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔''

۲۔ یعفور

دوسرا درازگوش یعفور ہے جس کے بارے میں کتبِ حدیث و سیر میں مذکور ہے

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۴۰۵

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۹۱

۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۱۹

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۸

۴۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۴۰۵

کہ اس نے حضور ﷺ کے وصال کے دن فراقِ رسول کی وجہ سے کنویں میں چھلانگ لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ حضرت زامل بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ فروہ بن عمرو جزامی نے آپ ﷺ کو یہ دراز گوش تحفۃً پیش کیا تھا۔(۱)

سہیلی اور دیگر متقدمین سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ 'یعفور' نے اپنے آپ کو اس دن کنویں میں گرا دیا تھا جس دن آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔(۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حماری کہ آنحضرت گاھی برآں سوار میشد چنداں حزن کرد کہ خود را در چاھے انداخت۔(۳)

''وہ دراز گوش جس پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ کبھی کبھار سواری فرماتے تھے (فراق رسول کی وجہ سے) اتنا اداس ہوا کہ ایک کنویں میں چھلانگ لگا دی اور اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔''

۳۔ حمار أعطاه له سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ۔(۴)

''ایک دراز گوش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔''

---

(۱) ۱۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۲۹۹
۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۱۹
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۹۱

(۲) ۱۔ سہیلی، الروض الأنف، ۳: ۱۳۶
۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲۶، رقم: ۳۸۲
۳۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۴۰۶
۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۴۷۷

(۳) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲: ۵۷۱

(۴) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۴۰۶

۴۔ حمار أعطاه له بعض الصحابة۔(۱)

’’دراز گوش آپ ﷺ کو آپ کے کسی صحابی نے ہدیہ کیا تھا۔‘‘

۱۳۔ خیمۂ اقدس

حضور نبیٔ اکرم ﷺ مختلف غزوات اور سفر کے دوران خیموں میں قیام فرماتے تھے، ان کی تفصیل احادیثِ مبارکہ میں اس طرح ملتی ہے:

۱۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے ایک خیمہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

أتيت النبي ﷺ وهو في قبةٍ حمراء من أدمٍ۔(۲)

’’میں نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ چمڑے کے سرخ خیمے میں تشریف فرما تھے۔‘‘

۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

و أمر بقبةٍ من شعرٍ۔(۳)

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۴۰۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۰۰، ۲۲۰۱، کتاب اللباس، رقم:۵۵۲۱

۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۳۶۰، کتاب الصلاۃ، رقم:۵۰۳

۳۔ نسائی، السنن، ۸: ۲۲۰، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۳۷۸

۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۲، رقم:۱۰۷۳

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۷۲

(۳) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۴: ۳۱۰، رقم: ۱۴۵۷

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۸۸۹، کتاب الحج، رقم: ۱۲۱۸

۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۰۲۴، کتاب المناسک، رقم: ۳۰۷۴

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳: ۳۳۶، رقم: ۱۴۷۰۵

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۱۲، رقم: ۹۲۲۱

’’اور آپ ﷺ نے بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

انتهيتُ إلى النبی ﷺ وهو فی قبةٍ من أدمٍ۔(۱)

’’میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ چمڑے کے خیمے میں تشریف فرما تھے۔‘‘

۱۴۔ طعامِ نبوی ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ اللہ کی جو بھی نعمت میسر آتی آپ ﷺ اُسے شوق سے تناول فرمالیتے۔ غذا انتہائی سادہ ہوتی، فقر و قناعت کا یہ عالم کہ ہفتوں کاشانۂ نبوت میں چولہا نہ جلتا، کئی کئی دن فاقے سے گزر جاتے، بسا اوقات کھجور اور پانی پر گزر اوقات ہوتی، اس کے باوجود آپ ﷺ کبھی حرفِ شکوہ زبان پر نہ لاتے۔ اہلِ خانہ بھی اپنے عظیم سربراہ کے ساتھ قناعت کی زندگی صبر و شکر کے ساتھ گزارتے تھے، اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن اسی عالمِ فقر میں زندگی کے دن بسر کرتیں، لیکن دامنِ قلب و نظر اطمینان کی دولت سے مالا مال تھا۔ سرِ نیاز بارگاہِ خداوندی میں اظہارِ تشکر سے خم رہتا، امن، سکون اور عافیت کی خوشبو سانسوں میں ہی نہیں مشامِ جاں میں بھی رچی بسی رہتی۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے، کھانے سے قبل ہاتھ دھوتے اور بسم اللہ کے ساتھ پہلا لقمہ اٹھاتے، ہاتھ دھو کر پونچھتے نہیں تھے۔ حضور ختمی

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۳۱، کتاب الأدب، رقم: ۵۱۱۸

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۰۱

۳۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۹: ۲۰۵، رقم: ۵۳۰۴

۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۷۵، ۱۷۶، رقم: ۷۲۷۵

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۲۳۴

۶۔ ہیثمی، موارد الظمان، ۱: ۴۵۶، رقم: ۱۸۴۴

مرتبت ﷺ کا معمول تھا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا تناول فرماتے، کھانا کبھی پیٹ بھر کر نہ کھاتے، کھانے کی کسی چیز میں عیب نہ نکالتے، اللہ کی کسی نعمت کو ناپسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھتے، اپنے صحابہ کو بھی شریکِ طعام کر لیتے اور کھانا کھانے کے بعد اللہ کی نعمتوں پر کلمۂ تشکر ادا کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان رسولُ اللهِ ﷺ يجلس على الأرض، و يأكل على ألارضِ۔(۱)

’’حضور ﷺ زمین پر تشریف رکھتے اور زمین پر ہی (دسترخوان بچھا کر) کھانا تناول فرماتے۔‘‘

بسم اللہ کی برکت

کھانے کا آغاز بسم اللہ سے کرنے سے اس میں بہت سی برکتیں آجاتی ہیں:

۱۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم اپنے آقا ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے، اس دوران میں کھانا لایا گیا۔ کھانے کا آغاز ہوا تو اس میں بے پناہ برکت تھی لیکن اختتام پر اس میں بے برکتی آ گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حیرت کا اظہار کیا اور مخبرِ صادق ﷺ سے دریافت فرمایا: یا رسول اللہ! اس کی وجہ کیا ہے کہ وہ کھانا جس میں برکت ہی برکت تھی، وہ آخر اس برکت سے کیسے محروم ہو گیا۔ تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۶۷، رقم: ۱۲۴۹۴

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۲۹۰، رقم: ۸۱۹۲

۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۱۵، رقم: ۱۱۹۴

۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۸۶، رقم: ۵۲۰

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۱۷۰

لِأنّا ذکرنا اسم اللهﷻ حين أکلنا، ثم قعد بعد مَن أکل و لم يسم، فأکل معه الشيطان۔ (۱)

''وجہ یہ ہوئی کہ ہم لوگوں نے بسم اللہ کے ساتھ کھانا شروع کیا تھا، پھر آخر میں کوئی شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھانے میں شریک ہوگیا تو شیطان اس کھانے کے ساتھ شامل ہوگیا (اس لئے اس سے برکت جاتی رہی)۔''

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن رسول الله ﷺ کان إذا أکل طعاماً لعق أصابعه الثلاث۔(۲)

''حضور ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تین انگلیوں کو چاٹ (کر صاف کر) لیا کرتے تھے۔''

۳۔ اِس حدیث کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

کان رسول الله ﷺ يأکل بأصابعه الثلٰث و يلعقهن۔(۳)

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۴۱۵، ۴۱۶
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۵۶، رقم: ۱۸۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۰۷، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۳۴
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۵۹، ابواب الأطعمہ، رقم: ۱۸۰۳
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۳۶۵، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۸۴۵
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۹۰
۵۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۲۴، رقم: ۱۳۹
۶۔ ابن قیم، زادالمعاد، ۱:۱۴۹
۷۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۱۷۲

(۳) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۲۴، رقم: ۱۴۲
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲:۵۵، رقم: ۵۲۵۱
۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۱۷۱

''رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے اور (بعد میں) ان کو چاٹ بھی لیا کرتے تھے۔''

۴۔ حضور ﷺ ٹیک لگا کر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبئ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنّی لا أکل متکئًا۔(۱)

''بیشک میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔''

۵۔ اللہ کی ہر نعمت پر کلمۂ تشکر ادا کرنا حضور ﷺ کا معمول تھا۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے:

الحمد للّٰہ [حَمْدًا] کثیراً طَیّبًا مُبارَکاً فیه، غیر مَکْفِیّی ولا موَدّ ع و لا مستغنی عنه، ربنَا۔(۲)

''تمام تعریف حق تعالٰی شانہ کے لئے مخصوص ہے، ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں، ایسی تعریف جو پاک مبارک ہے، ایسی حمد جو نہ چھوڑی جاسکتی ہے اور نہ اس سے مستغنی (بے نیاز) رہا جا سکتا ہے، اے اللہ! (ہمارے شکر کو قبول فرما)۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۰۶۲، رقم: ۵۰۸۳
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۲۴، رقم: ۱۴۰
۳۔ طحاوی، شرح معانی الاثار، ۴: ۲۷۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۰۷۸، کتاب الاطعمہ، رقم: ۵۱۴۲
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۶۰، رقم: ۱۹۳
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۶۶، رقم: ۳۸۴۹
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۲۸۶، رقم: ۱۴۴۴۸
۵۔ ابن قیم، زادالمعاد، ۲: ۴۰۰

۶۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کھانا تناول فرمانے کے بعد حضور ﷺ کے لبِ اقدس پر یہ دعا مچل اٹھتی:

الحمد للهِ الذی أطعمنا و سقانا و جَعَلَنا [مِن] المسلمین۔(۱)

’’تمام تعریف اس ذات کے لئے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔‘‘

پسندیدہ روٹی

آٹے کی روٹی کبھی کبھار حضور ﷺ کے غذا کا حصہ بنتی، اکثر جَو کی روٹی پر قناعت فرماتے، اگر وہ بھی دستیاب نہ ہوتی تو کھجور اور پانی پر گزر بسر کر لیتے۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ حضور ﷺ، اَزواجِ مطہرات اور اہلِ بیت کچھ کھائے پیئے بغیر ہی سو جاتے۔

کل جہاں مِلک اور جوَ کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کان رسولُ اللهِ ﷺ یبیتُ اللیالی المتتابعة طاویاً و أهله لایجدون عشاء، و کان أکثر خبزهم خبز الشعیر۔(۲)

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۳۶۶، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۸۵۰
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۵۹، رقم: ۱۹۲
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۰۹۲، کتاب الأطعمۃ، رقم: ۳۲۸۳
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶:۸۰، رقم: ۱۰۱۲۱
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۲
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۱۳۸، رقم: ۲۴۵۰۴

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۵۸۰، أبواب الزہد، رقم: ۲۳۶۰
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۲۷، رقم: ۱۴۶

←

’’حضور ﷺ اور آپ کے گھر والے کئی کئی راتیں مسلسل بھوک میں گزار دیتے تھے، اس طرح کہ رات کو کھانا کھانے کے لئے کچھ موجود نہ ہوتا تھا اور اکثر جَو کی روٹی اُن کی غذا ہوتی۔‘‘

سالن میں حضور ﷺ کو سرکہ سب سے زیادہ مرغوب تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نعم الإدام الخل۔ (۱)

’’سرکہ بہترین سالن ہے۔‘‘

آپ ﷺ شہد بہت پسند فرماتے تھے، مختلف سبزیوں کے علاوہ گوشت، سرکہ، زیتون کا تیل اور مختلف اقسام کے پھل خصوصاً کھجور وغیرہ آپ ﷺ کی مرغوب غذاؤں میں شامل تھے۔

.... ۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۱۱، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۳۴۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۵۵، ۳۷۴
۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۸۳، رقم: ۱۶۰
۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۳۲۸، رقم: ۱۱۹۰۰
۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۱۲، رقم: ۱۰۴۱۹
۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۰۹
۹۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۱۶، رقم: ۱۱۹۶
۱۰۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۸۰

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۲۱، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۵۱
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۷۹، ابواب الأطعمہ، رقم: ۱۸۴۲
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۶۰، کتاب الاطعمہ، رقم: ۳۸۲۱
۴۔ نسائی، السنن، ۷: ۱۴، کتاب الأیمان والنذور، رقم: ۳۷۹۶
۵۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۳۷، رقم: ۲۰۴۸

پسندیدہ سبزیاں

آپ ﷺ نے کھانے میں سبزیوں کو پسند فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان أحبُّ الطعامِ إلى رسول الله ﷺ البقلَ۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ کے نزدیک محبوب ترین کھانا سبزیاں (اور ترکاریاں) تھیں۔''

کدو کو آپ ﷺ نے پسند فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک درزی نے نبیٔ اکرم ﷺ کو کھانے کی دعوت دی، میں آپ ﷺ کے ساتھ اُس کھانے میں شریک تھا۔ اس نے آپ ﷺ کی خدمت میں جَو کی روٹی پیش کی اور شوربا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فرأيتُ رسولَ الله ﷺ يَتتبّع الدُّبّاء من حول الصفحة، فلم أزل أحب الدُّبّاء من يومئذٍ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۱۲

۲۔ ابن جوزی، الوفا:۶۱۷، رقم:۱۲۰۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۰۷۳، کتاب الأطعمہ، رقم: ۵۱۲۳

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۱۵، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۴۱

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۳۵۰، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۷۸۲

۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۸۴، ابواب الأطعمہ، رقم:۱۸۵۰

۵۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ ﷺ، ۱:۱۳۷، رقم: ۱۶۳

۶۔ ابوعوانہ، المسند، ۵:۱۸۴، رقم: ۸۳۲۱

۷۔ حمیدی، المسند، ۲:۵۰۹، رقم: ۱۲۱۳

۸۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۳:۳۳۲، رقم: ۶۶۷

۹۔ ابن جوزی، الوفا:۶۱۸، رقم:۱۲۰۴

۱۰۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۱۲

''میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ پیالہ سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما رہے ہیں تو اُس دن سے مجھے کدو ہمیشہ کیلئے پسندیدہ ہوگیا۔''

پسندیدہ گوشت

حضور نبیٔ اکرم ﷺ گوشت میں سے دستی (اگلی ٹانگ)، شانے اور پیٹھ کا گوشت پسند فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اچھی اچھی بوٹیاں چن کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أطيبُ اللحمِ لحم الظهرِ۔ (۱)

''سب سے اچھا گوشت پیٹھ کا گوشت ہوتا ہے۔''

۲۔ حضرت ابی عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

طبختُ للنبی ﷺ قِدرًا، وكان يعجبه الذراع۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۰۹۹، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۳۰۸
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۲۰۴، ۲۰۵
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴:۱۲۴، رقم: ۷۰۹۷
۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۱، رقم: ۱۲۱۴
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۱۵

(۲) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۳۹۵
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۴۱، رقم: ۱۷۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۳۳۵، رقم: ۸۴۲
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷:۶۵
۵۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۷:۲۶۹، رقم: ۱۰۲۲۴
۶۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۱، رقم: ۱۶۱۲

’’میں نے نبی اکرم ﷺ کے لئے ہانڈی پکائی۔ آپ ﷺ کو دستی کا گوشت بہت ہی پسند تھا۔‘‘

۳۔ خشک گوشت بھی آپ ﷺ نے استعمال فرمایا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

أكلنا مع رسولِ الله ﷺ القديد بالمدينة۔(۱)

’’ہم نے مدینہ منورہ میں رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ خشک گوشت کھایا۔‘‘

۴۔ آپ ﷺ کی غذا کے حوالے سے بھُنے ہوئے گوشت کے استعمال کا ذکر بھی ملتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أكلنا مع رسول الله ﷺ شواء فى المسجد۔(۲)

’’ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔‘‘

۵۔ آپ ﷺ مرغ کا گوشت بھی تناول فرما لیتے تھے۔ حضرت زہدم جرمی سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ کھانا آ گیا، جس میں مرغ کا گوشت بھی تھا۔ حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص مرغ کے گوشت کو ہاتھ نہیں لگا رہا تھا۔ اس پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أدن، فقد رأيتُ رسولَ الله ﷺ يأكل مِنه۔(۳)

’’آگے بڑھو (اور کھاؤ) کیونکہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو مرغ کا گوشت

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۲۷

۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۲، رقم: ۱۲۱۸

۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۱۸۷

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۹۰، ۱۹۱

۲۔ ابویعلی، المسند، ۳: ۱۱۰، رقم: ۱۵۴۱

۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۲، رقم: ۱۲۱۹

۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۱۸۸

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۰۱، کتاب الذبائح، رقم: ۵۱۹۹ ←

تناول فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔‘‘

ثرید سے محبت

گوشت کے شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر اور اُنہیں اچھی طرح گلا کر تیار کیا ہوا کھانا ثرید کہلاتا ہے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ ثرید بہت پسند فرماتے تھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اُن کے موالی (آزاد کردہ غلام و خدام) سمیت کھانے کی دعوت پر بلایا تو اُنہوں نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے ثرید کی خواہش کی اور فرمایا:

كان أحبّ الطعامِ إلى رسولِ اللهِ ﷺ الثريد مِن الخبز۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ کا سب کھانوں میں سے زیادہ پسندیدہ کھانا ثرید ہی تھا۔‘‘

پسندیدہ پھل

۱۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں کھجور کا بہت استعمال فرمایا۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل خانہ کے دو کھانوں میں سے ایک کھجور ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ

.... ۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۲۷۰، کتاب الأیمان، رقم: ۱۶۴۹
۳۔ نسائی، السنن، ۷: ۲۰۶، کتاب الصید والذبائح، رقم: ۴۳۴۷
۴۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۴۰، رقم: ۲۰۵۵
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۶۰، رقم: ۵۲۵۵
۶۔ ابوعوانہ، المسند، ۴: ۳۲، رقم: ۵۹۲۷
۷۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۱۸۹

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۵۰، کتاب الأطعمۃ، رقم: ۳۷۸۳
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۹۶، رقم: ۵۹۲۲
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۹۳
۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۰، رقم: ۱۲۰۸
۵۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۹۸
۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۵۲، رقم: ۴۵

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما أکل آل محمد ﷺ أکلتین فی یومٍ إلا إحداهما تمر۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ کے اہلِ خانہ نے ایک دن میں کبھی دو مرتبہ ایسا کھانا تناول نہیں فرمایا جن میں ایک کھانا کھجوریں نہ ہوں۔''

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انگور بھی تناول فرمائے، اس طرح کہ خوشہ کے دانے یکے بعد دیگرے منہ میں ڈالتے اور اس کی شاخ پیچھے کھینچ لیتے۔(۲)

۳۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان أحبّ التمر إلی رسول اللہ ﷺ العجوۃَ۔(۳)

''نبیٔ اکرم ﷺ کو کھجوروں میں سے عجوہ کھجور سب سے زیادہ پسند تھی۔''

۴۔ حضرت امیہ بن زید عبسی فرماتے ہیں:

أنّ رسولَ اللہ ﷺ کان یحبّ مِن الفاکھۃِ العنبِ و البطیخ۔(۴)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۷۱، کتاب الرقاق، رقم: ۶۰۹۰
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۱۸، رقم: ۷۰۷۸
۳۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۲۵، رقم: ۱۲۲۸

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۶، رقم: ۱۲۳۲
۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۰۵

(۳) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۰۵
۲۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۲۶، رقم: ۱۲۲۹
۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۴۷، رقم: ۳۳
۴۔ حسام الدین ہندی، کنزالعمال، ۷: ۱۱۰، رقم: ۱۸۲۱۷

(۴) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۰۶
۲۔ ابن قیم، زادالمعاد، ۴: ۳۴۰

←

’’بیشک نبیٔ اکرم ﷺ پھلوں میں انگور اور خربوزہ پسند فرماتے تھے۔‘‘

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان أحبّ الفاكهةِ إلَى رسولِ اللہ ﷺ الرطبَ والبطيخ۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ پھلوں میں سب سے زیادہ پختہ تازہ کھجور اور خربوزہ پسند فرماتے تھے۔‘‘

۶۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان النبی ﷺ يحب القِثّاءَ۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کھیرا (تر) پسند فرماتے تھے۔‘‘

پسندیدہ شیرینی

حضور ﷺ کو میٹھا بہت پسند تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

كان النبی اللہ ﷺ يحبّ الحلواءَ والعسلَ۔(۳)

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۰۹

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۶۸، رقم: ۲۰۳
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴: ۲۷۴، رقم: ۶۹۷
۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۹۳، قم: ۵۳۳
۴۔ ابن ابی دنیا، مکارم الاخلاق، ۱: ۱۰۹، رقم: ۳۵۷
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۰۹

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۲۵، کتاب الاشربہ، رقم: ۵۲۷۷
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۱۱۰۱، کتاب الطلاق، رقم: ۱۴۷۴
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۷۳، ابواب الأطعمہ، رقم: ۱۸۳۱
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۳۵، کتاب الأشربہ، رقم: ۳۷۱۵
۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۰۴، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۳۲۳

←

''رسول اللہ ﷺ میٹھا اور شہد بہت پسند فرماتے تھے۔''

۱۵۔ مشروباتِ نبوی ﷺ

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا ہر عمل اس کی معمولی جزئیات تک تاریخ کے ریکارڈ میں من وعن محفوظ ہے۔ پانی پینا روز مرہ کا ایک ایسا عمل ہے جو انسان دن میں کئی بار دہراتا ہے۔ آپ ﷺ کے پانی نوش فرمانے کا معمول کیا تھا اس کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

إنّ النبی ﷺ کان یتنفّسُ فی الإناءِ ثلاثًا إذا شرب، و یقول: هو أمرء و أروی۔(۱)

''نبیٔ اکرم ﷺ پانی نوش فرمانے کے دوران تین مرتبہ سانس لیا کرتے اور فرماتے: یہ طریقہ زیادہ خوشگوار ہے، اور یہ خوب سیراب کرنے والا ہے۔''

۲۔ عام پانی بیٹھ کر پینے کا حکم ہے لیکن آبِ زم زم جو حضور ﷺ کے جدِ امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نقوشِ پا کا فیضان ہے، اسے کھڑے ہوکر نوش فرمانے کی ہدایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

أنّ رسول اللہ ﷺ شرب مِن زمزم و هو قائمٌ۔(۲)

۶۔ دارمی، السنن، ۲:۱۴۶، رقم: ۲۰۷۵

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸:۸۵

۸۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۲۵، رقم: ۱۲۲۷

۹۔ ابویعلی، المسند، ۸:۱۸۶، رقم: ۴۷۴۱

۱۰۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۹۷، رقم: ۵۹۲۹

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۷۴، رقم: ۲۱۱

۲۔ بزار، المسند، ۵:۱۶۰، رقم: ۱۷۵۲

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵:۸۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۰۲، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۲۷

←

’’حضور ﷺ نے زم زم کا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔‘‘

۳۔ حضور ﷺ نے آبِ زمزم کے علاوہ بھی بعض خاص مواقع پر کھڑے ہو کر پانی نوش فرمایا، لیکن یہ آپ ﷺ معمول نہیں تھا۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں:

رأیتُ رسولَ اللہ ﷺ یشرب قائماً و قاعدًا۔(۱)

’’میں نے حضور ﷺ کو کھڑے اور بیٹھے دونوں حالتوں میں پانی پیتے دیکھا۔‘‘

پسندیدہ مشروبات

۱۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو ٹھنڈا میٹھا پانی بہت مرغوب تھا، جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

کان أحبّ الشراب إِلَی رسولِ اللہ ﷺ الحلو البارد۔(۲)

.... ۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۰۱، ابواب الأشربہ، رقم: ۱۸۸۲

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۷۲، رقم: ۲۰۷

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۱۴

۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۱۹۳

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۰۱، ابواب الأشربہ، رقم: ۱۸۸۳

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۷۲، رقم: ۲۰۸

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۴

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۲: ۵۶۸، رقم: ۴۴۹۰

۵۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸: ۳۹، رقم: ۷۸۹۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۰۷، ابواب الاشربہ، رقم: ۱۸۹۵

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۹۰، رقم: ۶۸۴۴

←

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو ٹھنڈا میٹھا پانی بہت پسند تھا۔‘‘

۲۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے جملہ مشروبات میں دودھ کو بہت پسند فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان أحب الشراب إلی رسولِ اللہ ﷺ اللبن۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ کا تمام مشروبات میں سے زیادہ پسندیدہ مشروب دودھ تھا۔‘‘

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ستو، شہد اور پنیر بھی استعمال فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کنت أسقي لرسول اللہ ﷺ فی ھذا القدح اللبن، و العسل، و السویق، و النبیذ، و الماء البارد۔(۲)

’’میں حبیبِ خُدا ﷺ کو اس پیالہ میں دودھ، شہد، ستو، نبیذ اور ٹھنڈا پانی پلایا کرتا تھا۔‘‘

۱۶۔ ظروف مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی نسبتِ سے لوہے، پیتل، چاندی اور مٹی کے وہ برتن بھی

..........۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳۸:۶

۴۔ حاکم، المستدرک، ۱۵۳:۴، رقم: ۷۲۰۰

۵۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۴۱۸:۲

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۳۷، رقم: ۱۲۶۱

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۲۹۸:۳، رقم: ۶۴۸

۳۔ حسام الدین ہندی، کنز العمال، ۱۱۱:۷، رقم: ۱۸۲۲۳

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۳۷، رقم: ۱۲۶۴

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۳۹۴:۳، رقم: ۷۰۰

۳۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۴۱۶:۲

مقدس ہو گئے جو ہادیٔ کونین ﷺ کے زیرِ استعمال رہے اور جنہیں حضور ﷺ کے لبِ اقدس مَس کرنے کا اعزاز حاصل ہوا، حضور ﷺ کی مبارک اُنگلیوں کو بوسہ دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان برتنوں کے بھی مخصوص نام تھے، مثلاً آپ ﷺ کے کھانے پینے کا جو پیالہ تھا، اُس کا نام ''ریان'' تھا۔ ایک دوسرے پیالے کا نام ''مغیث'' تھا۔ ایک ایسا پیالہ بھی حضور ﷺ کے زیرِ استعمال رہا جس پر تین جگہ چاندی کی پتریاں لگی ہوئی تھیں۔ چوتھا پیالہ جس میں حضور ﷺ پانی یا دودھ نوش فرمایا کرتے تھے، شیشے کا تھا۔ حضور ﷺ کے پانچویں پیالے کا نام ''عیدان'' تھا۔ ایک پتھر کے پیالے کا نام ''مخضب'' تھا۔(۱)

۲۔ ناپنے کے لئے حضور ﷺ کے پاس ایک صاع اور مُد بھی تھا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

کان لرسول الله ﷺ مقراض یسمی الجامع والسواک و صاع و مُدّ۔(۲)

''حضور ﷺ کے پاس ایک قینچی تھی جسے جامع کہتے تھے، نیز مسواک، صاع اور مُدّ بھی تھے۔''

۳۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رأیتُ قدحَ رسولِ اللهِ ﷺ عند أنس بن مالک رضی اللہ عنہ، و کان قد انصدع، فسلسله بفضة، قال: و هو قدح عریض من فخّارٍ۔(۳)

---

(۱) ۱۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۱۷۶

۲۔ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲: ۷۶۷، ۷۶۸

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۶۱

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۳۵، کتاب الاشربہ، رقم: ۵۳۱۵

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۳۰، رقم: ۱۱۴

۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۳۲

’’میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا مبارک پیالہ دیکھا جو کہ ٹوٹا ہوا تھا، اُسے چاندی کے پتر یا تار سے جوڑا گیا تھا۔ (راوی کہتے ہیں) یہ پکی مٹی سے بنا ہوا بڑا پیالہ تھا۔‘‘

حضرت عیسیٰ بن طہمان فرماتے ہیں:

أخرج إلینا أنس بن مالک قدح خشبٍ غلیظاً مضبّباً بحدیدٍ، فقال: یا ثابت! ھذا قدحُ رسولِ اللہ ﷺ۔(۱)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ نے لکڑی کا بنا ہوا ایک پیالہ ہمیں دکھایا، جس پر مضبوطی کے ساتھ لوہے کا خول چڑھا ہوا تھا، اور فرمایا: اے ثابت! یہ رسول اللہ ﷺ کا پیالہ ہے‘‘۔

۵۔ حضرت زہیر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إسم قدحِ رسولِ اللہ ﷺ القُمر۔(۲)

’’رسول اللہ ﷺ کے ایک پیالے کا نام قُمر تھا۔‘‘

۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أھدی المقوقسُ إلی رسولِ اللہ ﷺ قدح قواریر، فکان یشرب منہ۔(۳)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۶۲، رقم: ۱۹۶
۲۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۷:۱۵۵، رقم: ۲۵۸۳
۳۔ صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۷:۲۳۲

(۲) صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۷:۲۳۳

(۳) ۱۔ صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۷:۲۳۲
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۱۳۶، کتاب الأشربہ، رقم: ۳۴۳۵
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴:۱۵۳

''شاہِ مصر مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کو شیشے کا ایک پیالہ تحفتاً دیا تھا، جس میں آپ ﷺ پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔''

۱۷۔ حضور ﷺ کے مبارک ملبوسات

ہادیِ کونین حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا پہنا ہوا لباس سادہ مگر صاف ستھرا ہوتا۔ کپڑوں میں کرتہ آپ ﷺ کا پسندیدہ پہناوا تھا۔ آپ ﷺ نے لنگی، چادر، ٹوپی، عمامہ اور جبہ بھی زیبِ تن فرمایا۔

حضور ﷺ سفید کپڑا پسند فرماتے، سبز چادر بھی آپ ﷺ نے استعمال فرمائی۔ سُرخ اور منقش لباس پہننا بھی احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے۔

حضور ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی کہ اللہ کی بے پایاں رحمت پر احسان مندی کا اظہار فرماتے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسولُ الله ﷺ إذا استجد ثوبًا سمّاه بإسمه عمامةً أو قميصاً أو رداءً، ثم يقول: اللّٰهم لک الحمد، أنت كسوتنيه أسألک خيرَه، وخيرَ ما صُنع له، و أعوذ بک مِن شرِه، و شرِ ما صُنع له۔(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ جب کوئی کپڑا زیبِ تن فرماتے تو اظہارِ مسرت کرتے ہوئے اس کا نام لیتے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہ کرتہ مرحمت فرمایا ہے، ایسے ہی عمامہ، چادر وغیرہ۔ پھر یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۹، کتاب اللباس، رقم: ۱۷۶۷
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۴۱، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۲۰
۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۷۱، رقم: ۶۱
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۵۰
۵۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۲۱۳، رقم: ۷۴۰۸

اور کپڑے کے پہنانے پر تیرا ہی شکر ہے، تجھی سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں (کہ خراب یا ضائع نہ ہو) اور ان مقاصد کی بھلائی اور خوبی چاہتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اور تجھی سے اس کپڑے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ان (مقاصد) کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے۔‘‘

کپڑے کے مقاصد سے مراد ہے موسمی اثرات سے بچاؤ، زینت اور ستر وغیرہ کا ڈھانپنا۔ کپڑے کی بھلائی یہ ہے کہ یہ اللہ کی رضا یا اس کی عبادت کے لئے استعمال ہو اور اس کی بُرائی یہ ہے کہ انسان یہ کپڑا پہن کر اللہ کی نافرمانی کرے یا اُس کے اندر غرور و تکبر پیدا ہوجائے اور وہ دوسرے لوگوں کو حقیر اور کمتر سمجھنے لگے، یا یہ لباس عُریانی اور فحاشی پھیلانے کے لئے استعمال ہو اور اُس کا پہننا انسانی اعضاء ڈھانپنے کی بجائے اُن کی نمائش کا سبب بنے۔

قمیص مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو سفید قمیص پسند تھی۔ آپ ﷺ سفید رنگ کی قمیص شوق سے زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسولُ اللہ ﷺ: إلبسوا البیاض فإنھا أطھر۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ ہیں۔‘‘

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۱۷، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۱۰
۲۔ نسائی، السنن، ۸:۲۰۵، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۳۲۲
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۱۸۱، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۶۷
۴۔ ترمذی، الشمائل المحمدیۃ، ۱:۷۵، رقم: ۶۹
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۰

۲۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كان أحبُّ الثيابِ إلى النبي ﷺ القميصَ۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ کو سب کپڑوں میں سے قمیص زیادہ پسند تھی۔‘‘

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان لرسول الله ﷺ قميص قطني، قصير الطول قصير الكمُيّن۔(۲)

’’حضور ﷺ کے زیرِ استعمال ایک سوتی قمیص تھی جس کی لمبائی ذرا کم تھی اور اس قمیص کی آستینیں چھوٹی تھیں۔‘‘

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

كان النبيُ ﷺ يلبس قميصًا فوق الكعبين مستوى الكمين بأطرافِ أصابعه۔(۳)

’’نبیٔ اکرم ﷺ ایسی قمیص زیبِ تن فرماتے تھے جو ٹخنوں سے اوپر ہوتی تھی اور

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۸، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۶۳
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۴۳، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۲۵
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۸۲، رقم: ۹۶۶۸
۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۴۷، رقم: ۳۴
۵۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۵، رقم: ۱۰۷۴

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۵، رقم: ۱۰۷۵
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۵۴، رقم: ۶۱۶۸
۳۔ ابن حجر عسقلانی، المطالب العالیہ، ۱۰: ۳۰۶، رقم: ۲۲۲۱
۴۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۴: ۱۳۵
۵۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۳۷

(۳) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۵، رقم: ۱۰۷۶
۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۶۵، رقم: ۶۹۶

اُس کی آستینیں انگلیوں کے سروں کے برابر ہوتی تھیں۔‘‘

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ما اتخذ لرسولِ اللہ ﷺ قمیص له زرّ۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ کے لئے بٹنوں والی قمیص نہیں بنائی گئی۔‘‘

۵۔ حضرت اُسماء بنت یزید رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں:

کان کُمّ ید رسولِ اللہ ﷺ إلی الرسغِ۔(۲)

’’نبی اکرم ﷺ کی قمیص کی آستین کلائی تک ہوتی تھی۔‘‘

جبہ مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں جبہ میدانِ جنگ میں دشمن کے خلاف صف آرا ہوتے وقت پہنا جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں تین جبے استعمال فرمائے۔ اس ضمن میں متعدد روایات مذکور ہیں:

۱۔ اِمام اِبنِ جوزی رحمة اللہ علیہ حضرت یزید بن ہارون رحمة اللہ علیہ سے راویت کرتے ہیں:

أخرَجتُ لنا أسماء جبة مزرورة بالدیباج، فقالت: فی ھٰذہ کان یلقی رسولُ اللہ ﷺ العدوّ۔(۳)

---

(۱) ابن جوزی، الوفا: ۵۷۵، رقم: ۱۰۷۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۸، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۶۵

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۸۱، رقم: ۹۶۶۶

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۶۹، رقم: ۵۸

(۳) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۶، رقم: ۱۰۸۲

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۴۸

←

’’حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ہمیں حضور رحمتِ عالم ﷺ کا جبہ مبارک نکال کر اس کی زیارت کا شرف بخشا۔ جبہ مبارک کے بٹن اور تکملے ریشم کے بنے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ یہ وہ تاریخی جبہ مبارک ہے جسے حضور ﷺ پہن کر دشمن کے خلاف میدانِ جنگ میں اُترا کرتے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت مغیرہ بن شعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إنّ رسولَ اللهِ ﷺ غسل وجهه، ثم ذهب يحسرعن ذراعيه وعليه جبة شامية ضيّقة الكمين، فأخرج يده من تحتها۔(۱)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنا منہ مبارک دھویا، پھر اپنی کلائیوں سے شامی جبہ کی آستینیں الگ کرنے اور اوپر چڑھانے کی کوشش فرمائی جو کہ تنگ سروں والی تھیں۔ (جب وہ تنگی کی وجہ سے اوپر نہ ہوسکیں تو) آپ ﷺ نے ہاتھ مبارک نیچے سے نکال لئے اور انہیں دھویا۔‘‘

۳۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے حضور ﷺ کو شام کا جبہ تحفتاً پیش کیا۔(۲)

.... ۳۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۴۵۶، رقم: ۱۵۷۶

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴:۹۹، رقم: ۲۶۶

۵۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۲۵۴

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۶، رقم: ۱۰۸۱

۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۲۲۹، کتاب الطہارت، رقم: ۲۷۴

۳۔ نسائی، السنن، ۱:۶۳، کتاب الطہارت، رقم: ۸۲

۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳:۷۲، رقم: ۱۶۴۵

۵۔ ابونعیم، مسند أبی حنیفہ، ۱:۲۵۶

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷:۲۹۷

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۲:۱۱۲، رقم: ۲۶۱

۳۔ ابن جوزی، الوفا، ۵۷۶: رقم: ۱۰۸۳

۴۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خرج علينا رسولُ اللهِ ﷺ ذات يوم و عليه جبة من صوفٍ رومية ضيقة الكمين، فصلّى بنا فيها ليس عليه شئ غيرها۔(۱)

''ایک دن حضور ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے درآنحالیکہ آپ ﷺ نے تنگ آستینوں والا اُون سے بنا ہوا رومی جبہ زیبِ تن کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے ہمیں اسی جبے میں نماز پڑھائی، آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر اس جبے کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہ تھا۔''

۵۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أن النبی ﷺ لبس جبةً روميةً ضيقةَ الكمين۔(۲)

''نبیٔ اکرم ﷺ نے ایک رومی جبہ پہنا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔''

۶۔ حضرت طارق بن عبداللہ محاربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأيتُ رسولَ الله ﷺ بسوقِ ذی المجاز و عليه جبةٌ حمراء۔(۳)

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۱۸۰، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۶۳
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲:۴۲۰، رقم: ۳۹۸۸
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۱۵۲، رقم: ۶۱۵۳
۴۔ کنانی، مصباح الزجاجہ، ۴:۸۳، رقم: ۱۲۵۲
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۹۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۳۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۶۸
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۷۷، رقم: ۷۱
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۵:۶۰۴، رقم: ۲۲۲۵

(۳) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۹۸
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۵۱۸، رقم: ۶۵۶۲

←

’’میں نے حضور ﷺ کو سرخ جبہ زیبِ تن کئے ہوئے ذوالمجاز بازار میں دیکھا۔‘‘

۷۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خُيّطتُ لرسولِ اللہ ﷺ جبةً مِن صوف أنمار فلبسها، فما أُعجب بثوبٍ ما أعجب بها، فجعل يمسها بيده، و يقول: ’’انظروا ما أحسنها‘‘۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ کے لئے ایک سیاہ دھاری دار اُونی جبہ تیار کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے زیب تن فرمایا۔ جتنا اس جبہ سے خوش ہوئے اتنا اور کسی کپڑے سے نہیں ہوئے، آپ ﷺ اسے ہاتھ لگاتے اور فرماتے: ’’دیکھو، یہ کتنا خوبصورت ہے!‘‘

کملی مبارک

حضور ﷺ نے بردِ یمانی (یمن کی چادر) پسند فرمائی۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان أحَبّ الثيابِ النبی ﷺ أن يلبسها يلبسه الحِبرة۔(۲)

.... ۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱:۸۲، رقم: ۱۵۹

۴۔ حاکم، المستدرک، ۲:۶۶۸، رقم: ۴۲۱۹

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۶:۴۲

(۱) ابن جوزی، الوفا: ۵۷۶، رقم: ۱۰۸۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۱۸۹، کتاب اللباس، رقم: ۵۴۷۶

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۴۸، کتاب اللباس و الزینہ، رقم: ۲۰۷۹

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۴۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۸۷

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۵۱، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۶۰

۵۔ نسائی، السنن، ۸:۲۰۳، کتاب الزینہ، رقم: ۵۳۱۵

←

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو تمام کپڑوں میں یمن کی سبز رنگ کی چادر اوڑھنا بہت پسند تھا۔‘‘

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أنّ النبی ﷺ خرج، و هو متکئ علی أسامة بن زید، علیه ثوب قطری قد توشح به، فصلی بهم۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ (اپنے کاشانۂ اقدس سے) باہر تشریف لائے تو اس حالت میں تھے کہ آپ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ قطری چادر میں ملبوس تھے، جس پر کڑھائی کی گئی تھی۔ آپ ﷺ نے (اسی حالت میں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی۔‘‘

۳۔ یمن کی سُرخ دھاری دار چادر بھی آپ ﷺ کو پسند تھی۔ عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے راویت کرتے ہیں:

رأیتُ النبی ﷺ وعلیه حلة حمراء کأنّی أنظر إلی بریق ساقیه، قال سُفیان: أراها حبرة۔(۲)

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۸۴

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۳۰۶، رقم: ۶۳۹۶

۸۔ ابوعوانہ، المسند، ۵:۲۳۹، رقم: ۸۵۴۴

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۴۵، رقم: ۵۷۶۴

۱۰۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۴۳۷

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۷۰، رقم: ۶۰

۲۔ ہیثمی، موارد الظمان، ۱:۱۰۵، رقم: ۳۴۹

۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۲:۱۸۱، رقم: ۲۹۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۷۳، رقم: ۶۴

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۱:۳۷۶، ابواب الصلوۃ، رقم: ۱۹۷

←

’’میں نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ سُرخ جوڑا پہنے ہوئے تھے۔ گویا میں اب بھی (تصور میں) نبیٔ اکرم ﷺ کی دونوں نورانی پنڈلیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ سفیان فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں سُرخ جوڑا بردِیمانی تھا۔‘‘

اِس حوالے سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والمرادُ بالحُلّةِ الحمراء بردان يمانيان منسوجان بخطوط حمر مع سود كسائر البرود اليمنية۔(۱)

’حلۃ الحمراء‘ سے مراد دو منقش یمنی چادریں ہیں، جو سیاہ مائل سرخ دھاریوں والی ہوتی ہیں، جیسا کہ عام طور پر یمنی چادریں ہوا کرتی ہیں۔

۴۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان النبی ﷺ مربوعاً، و قد رأيتُه فی حلّةٍ حمراء، ما رأيتُ شيئاً أحسن منه۔(۲)

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۰۸

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۵۱

۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۱۶۸

(۱) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱: ۱۴۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۹۸، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۱۰

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۷

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۱۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۲۴

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۵۴، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۷۲

۵۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۳۳، کتاب الزینہ، رقم: ۵۰۶۰

۶۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۹۰، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۹۹

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۹۵

←

''نبیٔ اکرم ﷺ میانہ قد تھے اور میں نے آپ ﷺ کو سرخ حلّہ میں ملبوس دیکھا تو مجھے کوئی صورت آپ ﷺ سے بڑھ کر حسین نظر نہ آئی۔''

۵۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے سیاہ چادر بھی زیب تن فرمائی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنّ النبیﷺ لبس بردةً سوداء، فقالت عائشةُ: ما أحسنها علیک یا رسول اللہ، یشوب بیاضک سوادھا، و یشوب سوادھا بیاضک۔(۱)

''رسولِ خداﷺ نے سیاہ چادر زیبِ تن فرمائی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آپ کے جسمِ اطہر پر کیا خوب سج رہی ہے۔ آپ کی رنگت مبارک کی سفیدی اس کی سیاہی کو اور اس کی سیاہی آپ کی سفیدی کو حسین بنا رہی ہے۔''

۶۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

خرج النبیﷺ ذاتَ غداةٍ، و علیه مرط مرحل من شعر أسود۔(۲)

۸۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۱۹۵، رقم: ۶۲۸۴

۹۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۴۴۲

۱۰۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۰۰

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۳۰۵، رقم: ۶۳۹۵

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۲:۱۷۰، رقم: ۲۹۱

۳۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۳:۹۸۷، رقم: ۱۷۱۲

۴۔ ابن جوزی، الوفا:۵۷۹، رقم: ۱۰۹۳

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۰۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۴۹، کتاب اللباس والزینہ، رقم: ۲۰۸۱

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۱۹، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۱۳

←

’’ایک دن رسول اللہ ﷺ کالے بالوں کا بنا ہوا کمبل اوڑھ کر باہر آئے، جس پر پالان کا ڈیزائن بنا ہوا تھا۔‘‘

۷۔ حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأيتُ رسول اللهﷺ و عليه بردان أخضران۔(۱)

’’میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔‘‘

ازار مبارک

آقائے دوجہاں ﷺ نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں لنگی استعمال فرمائی۔ پائجامہ، شلوار اگرچہ زیبِ تن نہیں فرمائے مگر انہیں پسند فرمایا۔ آپ ﷺ کی لنگی مبارک موٹی ہوتی تھی۔

۱۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أخرجتُ إلينا عائشةُ رضی اللہ عنہا **كساءً ملبداً و إزاراً غليظاً فقالت:**

.... ۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۶۷، رقم: ۷۰

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۴۴، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۳۲

۵۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۲:۱۲۸، رقم: ۲۶۸

۶۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۷، رقم: ۱۰۸۷

۷۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۴۴۶

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۱۹، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۱۲

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۸۶، کتاب الترجل، رقم: ۴۲۰۶

۳۔ نسائی، السنن، ۳:۱۸۵، کتاب صلاۃ العیدین، رقم: ۱۵۷۲

۴۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۷۴، رقم: ۶۶

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۲۸

۶۔ حاکم، المستدرک، ۲:۶۶۴، رقم: ۴۲۰۳

قُبِضَ روحُ رسولِ اللهِ ﷺ فی هٰذین۔(۱)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں پیوند لگی ایک چادر اور ایک موٹا تہبند دکھایا، پھر فرمایا: ان دو کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا۔''

۲۔ حضرت یزید بن ابی حبیب بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسولُ اللهِ ﷺ یرخی إزارَه مِن بین یدیه و یرفعه مِن ورائِه۔(۲)

''نبیٔ اکرم ﷺ اپنے تہبند کو آگے سے ڈھیلا رکھتے تھے اور پیچھے سے اوپر کو اٹھا ہوا رکھتے تھے۔''

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

و إزار مِن نسج عمان، طوله أربعة أذرع و شبر فی ذراعین و شبر۔(۳)

''نبیٔ اکرم ﷺ کی عمان کی بنی ہوئی لنگی مبارک چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی تھی۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۰۸، رقم: ۱۲۰
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۴۵، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۳۶
۳۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۴۰، ۱۴۱
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۸
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۰۴
(۲) لجی، منتہی السؤل، ۱: ۴۸۷
(۳) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۵۰
۲۔ حلبی، انسان العیون، ۳: ۴۵۱
۳۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۳۷

عمامہ شریف

حضور نبیٔ اکرم ﷺ سَر ڈھانپنے کے لئے عام طور پر عمامہ شریف استعمال فرماتے۔ اس حوالے سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نبود عمامه شریف آنحضرت ﷺ بسیار بزرگ و گران که ازان بر سر مبارك باری بود، و نه صغیر که قاصر بود از وقا به سر از خرد برد آمده است که از چهارده ذراع زیاده نبود و گاهی هفت ذراع بودی۔(۱)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا عمامہ شریف نہ تو بہت بڑا اور بھاری ہوتا کہ سرِ اقدس پر بوجھ ہو اور نہ اس قدر چھوٹا کہ سر پر تنگ ہو بلکہ اعتدال کے ساتھ، شرعی چودہ گز سے زیادہ نہ ہوتا اور کبھی سات گز ہوتا تھا۔‘‘

۱۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ عمامہ شریف باندھتے ہوئے ایک کنارہ دونوں کندھوں کے درمیاں لٹکاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كان النبى ﷺ إذا اعتمّ سدل عمامته بين كتفيه۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب عمامہ شریف باندھتے تو اس کا شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑا رکھتے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت عَمرو بن حریث رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

كأنّى أنظر إلى رسولِ الله ﷺ على المنبر و عليه عمامةٌ سوداءُ

---

(۱) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۱:۵۴۵، باب یازدہم

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۲۵، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۳۶

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۱۷۳، رقم: ۶۲۵۱

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۶

قد أرخیٰ طرفیها بین کتفیه۔(۱)

’’گویا میں (تصور میں) حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو منبر شریف پر دیکھ رہا ہوں، کہ آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ شریف باندھا ہوا ہے اور اس کے دونوں شملوں کو اپنے دونوں مبارک کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا ہے۔‘‘

ائمہ و محدثینِ کرام نے آپ ﷺ کے مبارک شملہ کی مقدار کا تعین بھی فرمایا ہے۔ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و گفته اند که ادنی مقدار عذبه چهار انگشت است و اکثر آں تانصف ظهر و زیاده برآں داخل اسبال است که حرام و مکروه است۔(۲)

’’علمائے کرام کے نزدیک شملہ کی لمبائی کم از کم چار انگلیوں کے برابر ہے اور زیادہ سے زیادہ نصف کمر تک، اس سے زیادہ لمبائی اسبال (غیر موزوں اور غیر مناسب لمبائی) میں شمار ہے جو حرام اور مکروہ ہے۔‘‘

۳۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ عمامہ شریف باندھنے میں گولائی کا انداز اختیار فرماتے تھے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کان یُدیر العمامةِ علی رأسِه و یغرزها من ورائه، و یرسل لها زؤابة بین کتفیه۔(۳)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ عمامہ شریف باندھتے ہوئے اُسے گولائی میں سرِ اقدس کے

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۹۰، کتاب الحج، رقم: ۱۳۵۹
۲۔ ابوداود، السنن، ۴: ۵۴، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۷۷
۳۔ نسائی، السنن، ۸: ۲۱۱، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۳۴۶
۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۳۵۱، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنہ فیہا، رقم: ۱۱۰۴
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۲۴۶، رقم: ۵۷۷۱

(۲) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۱: ۵۴۶

(۳) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۷۴، رقم: ۶۲۵۲

←

گرد لپیٹتے اور آخری حصہ کو پشتِ اقدس کی جانب اس میں اڑا لیتے اور ایک کنارہ دونوں مبارک کندھوں کے درمیان لٹکائے رکھتے۔‘‘

آقائے دوجہاں علیہ السلام کا پگڑی باندھنا سنتِ متواترہ سے ثابت ہے۔ اربابِ سیر نے کثرت سے تاجدارِ کائنات ﷺ کی سیاہ پگڑی کا ذکر کیا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أنَّ رسول اللہ ﷺ دخل یوم فتح مکة و علیه عمامةٌ سوداء۔ (۱)

.... ۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۰۲، رقم: ۵۵۵

۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۸۰، رقم: ۱۰۹۸

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲:۹۹۰، کتاب الحج، رقم: ۱۳۵۸

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۱۹۶، ابواب الجهاد، رقم: ۱۶۷۹

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۵۴، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۷۶

۴۔ نسائی، السنن، ۵:۲۰۱، کتاب مناسک الحج، رقم: ۲۸۶۹

۵۔ ابن ماجه، السنن، ۲:۹۴۲، کتاب الجهاد، رقم: ۲۸۲۲

۶۔ ترمذی، الشمائل المحمدیه، ۱:۱۰۵، رقم: ۱۱۵

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۶۳

۸۔ دارمی، السنن، ۲:۱۰۱، رقم: ۱۹۳۹

۹۔ ابن حبان، الصحیح، ۹:۳۷، رقم: ۳۷۲۲

۱۰۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۲:۲۵۸

۱۱۔ ابن ابی شیبه، المصنف، ۷:۴۰۵، رقم: ۳۶۹۱۸

۱۲۔ ابویعلیٰ، المسند، ۴:۱۱۰، رقم: ۲۱۴۶

۱۳۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۴۱، رقم: ۱۷۴۹

۱۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴:۳۷۱، رقم: ۴۴۶۳

۱۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵:۱۷۷، رقم: ۹۶۲۲

۱۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۱۴۰

۱۷۔ ابن جوزی، الوفا، ۵۸۰، رقم: ۱۰۹۷

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ فتحِ مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ کے سرِ انور پر سیاہ پگڑی بندھی ہوئی تھی۔‘‘

۴۔ آپ ﷺ نے بعض موقعوں پر سیاہ رنگ کے علاوہ سفید، زرد اور زعفرانی رنگ کا عمامہ بھی باندھا۔

حضرت عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے:

أنه بلغه أنّ الملائکةَ نزلتْ یومَ بدرٍ علیهم عمائم، صفر و جاء النبیﷺ و علیه عمامة صفراء۔(۱)

’’مجھے یہ خبر ملی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن فرشتوں کے سروں پر زرد رنگ کے عمامے تھے اور جب نبیٔ اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے بھی زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا۔‘‘

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خرج علینا رسول اللهﷺ و علیه قمیص أصفر، و رداء أصفر و عمامة صفراء۔(۲)

’’رسول اکرم ﷺ باہر تشریف لائے جبکہ آپ ﷺ زرد رنگ کی قمیص، چادر اور عمامہ پہنے ہوئے تھے۔‘‘

۶۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

دخلتُ علی رسولِ اللهﷺ فی مرضِه الذی توفی فیه، و علی رأسِه عصابة صفراء، فسلمتُ علیه، فقال: یا فضل! قلتُ: لبیک

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳

(۲) ۱۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۵۲

۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳

یا رسولَ اللہ، قال: اشدد بھذہ العصابۃ رأسی، قال: ففعلت، ثم قعد۔(۱)

’’میں رسول اللہ ﷺ کے مرض کے آخری ایام میں حاضرِ خدمت ہوا تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر زرد رنگ کا عمامہ تھا۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: فضل! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: اس پگڑی سے میرا سر باندھو، پس میں نے ایسا ہی کیا، پھر آپ ﷺ بیٹھ گئے۔‘‘

حافظ ابوالخیر سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رأیتُ من نسب لعائشۃ رضی اللہ عنہا أنّ عمامۃَ رسولِ اللہ ﷺ فی السفر کانتْ بیضاء، و فی الحضرِ کانتُ سوداء۔(۲)

’’میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب یہ روایت پڑھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دورانِ سفر سفید اور جب گھر میں ہوتے تو کالے رنگ کا عمامہ شریف استعمال فرمایا کرتے تھے۔‘‘

حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن مالک فرماتے ہیں:

کان رسولُ اللہ ﷺ یصبغ ثیابہ کلھا بالزعفران: قمیصہ و رداء و عمامتہ۔(۳)

’’رسولِ اکرم ﷺ اپنے تمام کپڑوں قمیض، چادر اور عمامہ کو زعفران سے رنگا

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۳:۱۲۲

۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۲

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۶

(۳) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۲

۳۔ حلبی، انسان العیون، ۳:۴۵۲

کرتے تھے۔‘‘

۴۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسولُ اللهﷺ يصبغ ثيابَه كلَّها بالزعفران، حتى العمامة۔(۱)

’’رسولِ اکرم ﷺ اپنے تمام کپڑوں حتیٰ کہ عمامہ کو بھی زعفران سے رنگا کرتے تھے۔‘‘

۵۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأيتُ على النبيﷺ ثوبين، مصبوغين بزعفران و رداء و عمامة۔(۲)

’’میں نے رسولِ خدا ﷺ کے جسمِ اطہر پر دو کپڑے، چادر اور عمامہ دیکھے، جو زعفران میں رنگے ہوئے تھے۔‘‘

۶۔ امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

و لبس عمامةً بيضاءً تارةً و سوداء اُخریٰ۔(۳)

---

(۱) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۲
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۵۲

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳:۶۵۶، رقم: ۶۴۱۵
۲۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹:۱۴۸، رقم: ۱۲۷
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵:۱۵۷، رقم: ۶۰۱
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۲
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳

(۳) مناوی، فیض القدیر، ۱: ۱۸۹

’’آپ ﷺ نے کبھی سفید اور کبھی سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا۔‘‘

۷۔ آپ ﷺ کی ایک پگڑی کا نام سحاب تھا۔ جیسا کہ درج ذیل روایت میں مذکور ہے:

و اعلم أنه ﷺ کانتُ له عمامةٌ تسمّی السحابُ وکان یلبس تحتها القلانس۔(۱)

’’اور جان لیجئے کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کا ایک عمامہ شریف تھا جس کو السحاب کا نام دیا گیا تھا، اور حضور ﷺ اس کے نیچے ٹوپیاں پہنتے تھے۔‘‘

ٹوپی شریف

کتبِ احادیث و سیر میں دستارِ اقدس کے علاوہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کی تین اقسام کی ٹوپیوں کا ذکر ملتا ہے۔ ابن جوزی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا:

کان لرسولِ اللہ ﷺ ثلاث قلانسٍ: قلنسوة بیضاء مِصریّة، و قلنسوة بُرد حبرة، و قلنسوة ذاتِ آذانٍ یلبسها فی السَّفَرِ۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تین ٹوپیاں تھیں: ایک سفید رنگ کی مصری ٹوپی تھی،

(۱) ۱۔ ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱:۲۰۴
۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۰۲، رقم: ۵۵۵
۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۲:۱۹۷، رقم: ۳۰۷
۴۔ ابن قیم، زادالمعاد، ۱:۱۳۵
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۵۲

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۸۴
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۲:۲۱۱، رقم: ۳۱۵
۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۸۱، رقم: ۱۱۰۳

دوسری ٹوپی یمنی چادروں کے کپڑے کی بنی ہوئی تھی اور تیسری کانوں والی ٹوپی تھی، جو عموماً حضور ﷺ سفر کے دوران پہنا کرتے تھے۔‘‘

عمامے کے بغیر صرف ٹوپی پہننا بھی سُنت ہے

سر ڈھانپنے کے باب میں حضور علیہ السلام سے تین طرح کی سنتیں ثابت ہیں، جن میں سے کسی ایک پر بھی عمل ہو جائے تو یہ عمل مسنون ہوگا:

۱۔ ٹوپی اور عمامہ: آپ ﷺ نے ٹوپی کے اُوپر عمامہ باندھا۔

۲۔ بغیر ٹوپی کے عمامہ: آپ ﷺ نے بسا اوقات بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ باندھا۔

۳۔ بغیر عمامہ کے ٹوپی: اسی طرح یہ بھی آپ ﷺ کی سُنت ہے کہ آپ ﷺ نے خالی ٹوپی پہنی جس پر عمامہ نہ تھا۔

ابن عساکر کے حوالے سے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے اس معمول مبارک کے بارے میں یہ روایت ملتی ہے:

کان ﷺ یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر العمائم، و یلبس العمائم بغیر القلانس۔(۱)

’’آپ ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی استعمال فرماتے اور کبھی ٹوپی بغیر عمامہ کے اور کبھی عمامہ بغیر ٹوپی کے استعمال فرماتے۔‘‘

اس سے ثابت ہوا کہ صرف ٹوپی پہن کر نماز ادا کرنا بھی اسی طرح سُنت ہے جس طرح عمامہ پہن کر سُنت ہے۔ چونکہ حضور ﷺ نے عمامہ شریف اکثر استعمال فرمایا اس لئے اس کی فضیلت میں کسی کو اختلاف نہیں، لیکن اُسے لازم قرار دینا یا اس کے بغیر امام کی

(۱) ۱۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۶۷، رقم: ۶۹۹
۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۵۲
۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۸۵

اقتداء میں نماز ادا کرتے ہوئے کراہت محسوس کرنا ہرگز جائز نہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ ننگے سر نماز ادا کرنا خلافِ سُنت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی ننگے سر نماز ادا نہیں کی۔ (۱)

نعلینِ مقدسہ

احادیثِ مبارکہ میں حضور ﷺ کے نعلینِ مقدسہ کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ اربابِ سیر نے بھی بصد احترام آپ ﷺ کے نعلینِ مقدسہ کا ذکر کیا ہے۔ متعدد احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے کہ ایک وقت میں حضور ﷺ کے پاس پاپوش مبارک کا ایک ہی جوڑا ہوتا، آپ ﷺ کے نعلینِ مبارکہ کے تبرکات آج بھی عشاقِ مصطفیٰ ﷺ کا عظیم سرمایہ ہیں، جن کی زیارت سے وہ مشامِ روح کی تسکین کا سامان کرتے ہیں:

۱۔ ابوالشیخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

كان رسولُ الله ﷺ إذا لبس نعليه بدأ باليمنىٰ و إذا خلع خلع اليسرىٰ۔(۲)

''نبی اکرم ﷺ جب نعلین پہنتے تو دائیں پاؤں سے شروع فرماتے اور جب اُتارتے تو بائیں پاؤں سے آغاز کرتے۔''

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كان النبى ﷺ يعجبه التيمن فى تنعّلِه و ترجّلِه و طهوره فى شأنِه كلِّه۔(۳)

''نبیِّ اکرم ﷺ نعلین پہننے میں، کنگھی کرنے اور طہارت میں الغرض اپنے ہر کام میں دائیں جانب (سے شروع کرنے) کو پسند فرماتے تھے۔''

---

(۱) شعرانی، کشف الغمہ، ۱:۱۰۷

(۲) مقری، فتح المتعال فی مدح النعال:۱۱۸

(۳) مقری، فتح المتعال فی مدح النعال:۱۲۱

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

كان رسولُ اللهِ ﷺ إذا لبس نعلَيه بدأ باليمينِ، و إذا خَلَعَ خَلَعَ باليُسرىٰ۔(۱)

''نبیٔ اکرم ﷺ جب جوتا مبارک پہنتے تو دائیں جانب سے آغاز فرماتے اور جب اُتارتے تو بائیں جانب سے شروع کرتے تھے۔''

حضور ﷺ کی سادگی اور فقر کا عالم یہ تھا کہ آپ ﷺ اپنے پاپوش مبارک خود اپنے دستِ اقدس سے گانٹھ لیا کرتے تھے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے نعلینِ پاک کی ہیئت زبان کی طرح تھی، یعنی زبان کی طرح نوکدار، درمیان میں پتلی اور ایڑی چوڑی تھی اور اس کے دو زمام (تسمے) ہوتے تھے۔

نعلینِ مقدسہ کے حوالے سے چند روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حدثنا عيسىٰ بن طهمان، قال: أخرج إلينا أنس نَعلَين جرداوَين، لهما قبالان، فحدّثنى ثابت البُنانى بعد عن أنس: أنهما نعلا النبى ﷺ۔(۲)

''حضرت عیسیٰ بن طہمان سے مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو پرانے پاپوش مبارک کی زیارت کروائی۔ دونوں کے دو دو تسمے تھے۔ اس کے بعد ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ یہ پاپوش مبارک حضور علیہ السلام کے زیرِ استعمال رہے ہیں۔''

---

(۱) صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۳۲۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۳۱، کتاب الجہاد، رقم: ۲۹۴۰

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۸۳، رقم: ۷۸

۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۷۷، رقم: ۶۲۷۰

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۶

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۱۸

۲۔ حضرت اسماعیل بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كانتْ نعلُ رسولِ اللهِ ﷺ مخصرةً معقبةً، لها قبالانِ، سبية۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ کے مبارک نعلین مبارکہ مخصرہ (باریک پہلو والی) چوڑی ایڑی والے تھے، جن کے دو تسمے تھے اور وہ رنگے ہوئے چمڑے کے تھے۔‘‘

۳۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأيتُ رسولَ اللهِ ﷺ يصلّی فی نعلين مخصوفتين مِن جلودِ البقرِ۔(۲)

’’میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا درآنحالیکہ آپ نے گائے کے چمڑے سے بنے ہوئے پیوند لگے جوتے پہنے ہوئے تھے۔‘‘

۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أن محمد بن علی أخرج لهم نعلی رسولِ اللهِ ﷺ، فأرانی معقبة مثل الحضرمية، لها قبالان۔(۳)

’’محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے نبیٔ اکرم ﷺ کے نعلین پاک نکال کر ہمیں دکھائے، ان کی ایڑیاں چوڑی، درمیان میں پتلی اور دو تسمے تھے۔‘‘

۵۔ ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں:

عندنا نعل رسول اللهِ ﷺ معقبة مخصرة ملسنة۔(۴)

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۰

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۰

(۳) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۸

۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۱۹

(۴) ۱۔ مقری، فتح المتعال: ۱۴۵

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۸

’’ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے ایسے نعلین پاک ہیں، جن کی ایڑی چوڑی، درمیان میں پتلی اور اگلا حصہ نوکدار ہے۔‘‘

موزے

حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ایک موقع پر حضور ﷺ کی بارگاہ میں تحفہ کے طور پر دو سیاہ رنگ کے موزے بھجوائے۔ حضور ﷺ نے یہ دونوں پہن لئے اور وضو کر کے اُن پر مسح فرمایا۔ (۱)

۲۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو تحفتًا دو موزے پیش کئے۔ آپ ﷺ اُنہیں پہنتے رہے یہاں تک کہ وہ استعمال کرتے کرتے پھٹ گئے۔ (۲)

۱۸۔ حضور ﷺ کا بال بنوانا

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا ہر عمل نفاست پسندی کا آئینہ دار ہوتا تھا۔ آپ ﷺ اپنے سر مبارک کے بال کٹواتے تھے اور کبھی کبھار کٹوانا چھوڑ بھی دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۱۲۴، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۲۰

۲۔ ابوداؤد، ۱: ۳۹، کتاب الطہارۃ، رقم: ۱۵۵

۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۱۸۲، کتاب الطہارۃ و سننھا، رقم: ۵۴۹

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۵۲

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱: ۱۶۲، رقم: ۱۸۶۲

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۲۸۲، رقم: ۱۲۵۶

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۸۲

۸۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۱۷

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۱۷

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۸۱، رقم: ۷۵

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۱۳۹

آپ ﷺ کی مبارک زلفیں کبھی کندھوں کو چھو رہی ہوتیں اور کبھی کانوں کی لَو کے برابر ہوتیں۔

۱۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں: جب حضور ﷺ بال کٹوانے کی طرف اِلتفات نہ فرماتے تو وہ کندھوں تک بڑھ جاتے اور جب حضور ﷺ کٹواتے تو یہ کانوں کے نصف حصے تک پہنچ جاتے، پس بالوں کا لمبا اور چھوٹا ہونا اس سبب سے تھا۔(۱)

۲۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حج و عمرہ کے علاوہ کبھی سر مبارک کا حلق نہیں کروایا یعنی بال نہیں منڈوائے۔ راوی بیان کرتا ہے:

و لم يرو أنه ﷺ حلق رأسَه الشريف في غيرِ نسك حج أو عمرة فيما علمتُه، فتبقيةُ الشعرِ في الرأسِ سنةٌ و مُنكرها مع علمه يجب تأديبه، و مَن لم يستطع التبقية فيباح له إزالته۔(۲)

’’میں کوئی ایسی روایت نہیں جانتا جس میں مناسکِ حج اور عمرہ کے علاوہ حضور ﷺ نے سر مبارک کا حلق کروایا ہو۔ پس سر پر بال رکھنا سنت ہے، اور جو یہ جانتے ہوئے اس کا انکار کرے اسے تادیباً سزا دی جائے اور جو (کسی عذر کی وجہ سے) بال نہیں رکھ سکتا اُس کے لئے بال اتروانا جائز ہے۔‘‘

۳۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حج کے روز رمی، جمرہ اور قربانی کے بعد حلق کروایا۔ وہ آگے بیان کرتے ہیں:

ناول الحالق شقّه الأيمن فحلقه، ثم دعا أبا طلحة الأنصاري، فأعطاه أياه، ثم ناوله الشق الأيسر، فقال: احلق۔ فحلقه، فأعطأه أبا طلحةَ، فقال: أقسمه بين الناس۔(۳)

---

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۲۹۷

(۲) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۰۱
۲۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ، ۲۱۴

(۳) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۴۷، کتاب الحج، رقم: ۱۳۰۵

←

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

’’حضور ﷺ نے سر مبارک کا دایاں حصہ حجام کی طرف کیا جس کو اس نے مونڈھا۔ پھر حضور ﷺ نے ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ بال اُنہیں عطا کئے۔ پھر حضور ﷺ نے بایاں حصہ حجام کی طرف کیا اور حجام سے فرمایا: اسے کاٹو۔ پس حجام نے بائیں طرف کے بال اُتارے تو حضور ﷺ نے وہ بھی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو عنایت کر دیے اور فرمایا: انہیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔‘‘

۴۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لقد رأیتُ رسولَ اللہ ﷺ والحلّاق یحلقه، و أطاف به أصحابُه، فما یریدون أنْ تقعَ شعرة إلا فی یدِ رجل۔(۱)

.... ۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۳: ۲۵۵، ابواب الحج، رقم: ۹۱۲
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۰۳، کتاب المناسک، رقم: ۱۹۸۱
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۱۹۱، رقم: ۳۸۷۹
۵۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۲۹۹، رقم: ۲۹۲۸
۶۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۶۴۷، رقم: ۱۷۴۳
۷۔ حمیدی، المسند، ۲: ۵۱۲، رقم: ۱۲۲۰
۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۶۷، رقم: ۱۳۱۸۷
۹۔ ابن قدامہ، المغنی، ۳: ۲۲۲

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۲، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۲۵
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۳
۳۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۸۰، رقم: ۱۲۷۳
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۶۸، رقم: ۱۳۱۸۹
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۳۰، ۲: ۱۸۱
۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۱۸۹
۷۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۸۸
۸۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۰۰

←

’’میں نے حضور ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حجام آپ ﷺ کے بال اُتار رہا ہے اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرام آپ ﷺ کے اردگرد ہالہ بنائے ہوئے ہیں اور ہرکوئی آرزومند ہے کہ حضور ﷺ کا ہر موئے مبارک اسی کے ہاتھ لگے۔‘‘

۵۔ حضور ﷺ کی ریش مبارک اور مونچھیں بھی اعتدال اور توازن کی ایک دلآویز مثال تھیں۔

حضرت عَمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أنّ النبی ﷺ کان یأخذُ مِن لحیتِہ مِن عرضِھا و طولِھا۔(۱)

’’حضور ﷺ اپنی داڑھی مبارک طولاً وعرضاً کٹواتے تھے۔‘‘

۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کان رسول اللہ ﷺ یقصّ أو یأخذ مِن شارِبہ۔(۲)

’’حضور ﷺ اپنی مونچھیں مبارک کٹواتے تھے۔‘‘

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبداللہ اور حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

.... ۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۳۲۹

۱۰۔ صیداوی، معجم الشیوخ، ۱:۱۲۵، رقم:۷۷

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۹۴، ابواب الادب، رقم:۲۷۶۲

۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۶۳، رقم:۴۶۴

۳۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۱:۱۴۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۹۳، ابواب الادب، رقم:۲۷۶۰

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۰۱

۳۔ ابویعلیٰ، المسند، ۵:۱۰۴، رقم:۲۷۱۵

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۲۲۲، رقم:۶۴۴۳

۵۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴:۲۳۰

أنّ رسولَ اللهِ ﷺ كان يقلم أظفاره و يقصّ شاربَه يوم الجمعة قبلَ أنْ يروح إلى الصلوة۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ نماز جمعہ کے لئے تشریف لے جانے سے پہلے اپنے ناخن مبارک تراشتے تھے اور اپنی مونچھیں کٹواتے تھے۔''

۸۔ حضرت میل بن مشرح اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأيتُ أبی قلم أظفاره ثم دفنها، و قال: أی بنية هكذا رأيتُ رسولَ الله ﷺ يفعل۔(۲)

''میں نے اپنے والد گرامی کو اپنے ناخن تراشتے اور پھر انہیں دفن کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: اے بیٹی! میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا۔''

۹۔ حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسولُ الله ﷺ يستحبّ أن يأخذَ من شاربه و أظفاره يومَ الجمعة۔(۳)

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱:۲۵۷، رقم: ۸۴۲
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳:۲۴، رقم: ۲۷۶۳
۳۔ بغوی، شرح السنہ، ۱۲:۱۱۳، رقم: ۳۱۹۷
۴۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۰۹، رقم: ۱۱۷۸
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۴۸

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰:۳۲۲، رقم: ۷۶۲
۲۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸:۴۵، رقم: ۲۰۹۴
۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۴۹

(۳) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۴۴، رقم: ۵۷۵۸
۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۴۸

’’حضور ﷺ جمعہ کے دن اپنے ناخن اور مونچھیں چھوٹی کرنا پسند فرماتے تھے۔‘‘

۱۹۔ حضور ﷺ کا خضاب لگانا

حضور ﷺ کے خضاب لگانے کے بارے میں دو طرح کی روایات ملتی ہیں: ایک وہ جن میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے خضاب لگانے کا ذکر ہے اور دوسرے وہ جن میں خضاب لگانے کی نفی کی گئی ہے۔ ہم دونوں قسم کی روایات میں سے چند ایک کا ذکر کرنے کے بعد ذیل میں ان کی تطبیق پیش کریں گے تاکہ صحیح صورتحال واضح ہو سکے:

۱۔ حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

دَخَلْتُ علی أمّ سلمةَ، فأخرجتْ إلینا شعراً مِن شعرِ النبیّ ﷺ، مخضوبًا۔(۱)

’’میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، تو وہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک لائیں جو خضاب سے رنگے ہوئے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رأیتُ شعر رسولِ اللہ ﷺ مخضوباً۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۱۰، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۵۸
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۱۹۶، کتاب اللباس، رقم: ۳۶۲۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۲۹۶
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۱۸۲، رقم: ۲۵۰۰۹
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۳:۳۳۲، رقم: ۷۶۴
۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۲۱۳، رقم: ۶۴۰۰
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۳۷
۸۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲:۲۲۳

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۶۲، رقم: ۴۸

←

’’میں نے حضور ﷺ کے رنگے ہوئے موئے مبارک دیکھے۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل نے فرمایا:

رأیتُ شعر رسولِ اللہ ﷺ عند أنسِ بن مالک مخضوباً۔(۱)

’’میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے رنگے ہوئے بال مبارک دیکھے۔‘‘

۴۔ عثمان بن موہب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

هل خضب رسولُ اللہ ﷺ؟ قال: نعم۔(۲)

’’کیا رسول اللہ ﷺ خضاب لگاتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔‘‘

۵۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قیل له: هل خضب رسولُ اللہ ﷺ؟ قال: نعم۔(۳)

’’ان سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تھا؟ اُنہوں نے کہا: ہاں۔‘‘

مذکورہ بالا روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں خضاب استعمال فرمایا تھا جبکہ بعض روایات میں آپ ﷺ کے خضاب استعمال

.... ۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۷۶

۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۲۰۶، رقم: ۳۳۰

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۶۲، رقم: ۴۹

۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۷۶

۳۔ لحجی، منتہی السول، ۱: ۳۳۵

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۶۰، رقم: ۴۶

۲۔ لحجی، منتہی السول علی وسائل الوصول: ۱: ۳۲۹، ۳۳۰

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۳۸

نہ کرنے کا ذکر ہے۔ ایسی روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو خضاب لگانے کی نوبت ہی پیش نہ آئی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک میں گنتی کے چند بال سفید نظر آتے تھے جنہیں بآسانی شمار کیا جا سکتا تھا، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی تعداد ۱۷ بتائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں آپ ﷺ کے خضاب نہ لگانے کا ذکر ہے۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سُئل أنسٌ عَنْ خضاب النبی ﷺ، فقال: انه لَمْ یبلغ ما یخضب لَوْ شئتُ أنْ أعد شمطاتہٖ فی لحیتہٖ۔(۱)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبیٔ اکرم ﷺ کے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا: آپ ﷺ خضاب کی عمر کو پہنچے ہی نہیں تھے (اس لئے خضاب لگانے کی نوبت ہی نہ آتی تھی)، اگر میں چاہتا تو آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے سفید بالوں کو گن سکتا تھا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۱۰، کتاب اللباس، رقم:۵۵۵۶
۲۔ نسائی، السنن، ۸:۱۴۰، کتاب الزینہ، رقم: ۵۰۸۶
۳۔ ترمذی، شمائل المحمدیہ، ۱:۵۵، رقم: ۳۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۲۷
۵۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۸۱، رقم: ۲۱۰۰
۶۔ ابویعلیٰ، المسند، ۵:۲۷۵، رقم: ۲۸۹۳
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۳۱
۸۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۴:۱۱۲
۹۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲:۲۲۳
۱۰۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶:۲۰

مذکورہ روایات میں تطبیق

حضور ختمی مرتبت ﷺ کے خضاب لگانے یا نہ لگانے کے حوالے سے جو روایات درج کی گئی ہیں، وہ بظاہر ایک دوسرے سے متعارض دکھائی دیتی ہیں، مگر ائمہ و محدثین اور شارحین نے ان کی تطبیق کی ہے اور مسئلہ سلجھانے کی سعی فرمائی ہے۔

حضرت علامہ محمد عاقل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ’حلاوۃ المتعلمین‘ میں مختلف روایات کی تطبیق ان الفاظ میں کی ہے:

> رسولِ خدا درودِ خدا بر و سلامتے در بعضے اوقات صداع، حنا را بسرِمبارکِ خود می مالید، بنابرآں موئے مبارکِ اُو ملّون می شد و مردم گماں می بردند که خضاب کرده است، و در حقیقت خضابِ متعارف نبود، و احتمال است که نفی و اثبات براختلافِ اوقات باشد، یک وقتے کرده باشد و اکثر اوقات نکرده، پس رعایتِ هر یکے بر وفق معاینه اوست۔(۱)

> ’’بعض اوقات حضور ﷺ سرِ اقدس میں درد کی وجہ سے مہندی لگاتے، اس سے حضور ﷺ کے بالوں کا رنگ بدل جاتا تو دیکھنے والے گمان کرتے کہ حضور ﷺ نے خضاب لگایا ہے جبکہ درحقیقت وہ خضاب نہیں ہوتا تھا نیز اس امر کا بھی احتمال ہے کہ اختلاف اوقات کی بناء پر روایات میں نفی و اثبات ہوا ہو۔ ممکن ہے کسی ایک وقت میں خضاب لگایا ہو اور اکثر اوقات ایسا نہ کیا ہو، لہٰذا جس نے جیسا دیکھا ویسے ہی بتا دیا۔‘‘

۲۰۔ کنگھی فرمانے کا معمول

حضور ﷺ کے کنگھی فرمانے کا معمول بیان کرتے ہوئے ایک صحابی روایت

(۱) امیر شاہ گیلانی، انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویہ: ۷۷، ۷۸

کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک دن چھوڑ کر اپنے بالوں میں کنگھی فرمایا کرتے تھے۔(۱)

۱۔ حضور ﷺ کا بالوں میں کنگھی فرمانے کا کیا طریقہ تھا اور آپ ﷺ کس قدر نفاست ملحوظ رکھتے تھے، اس حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان رسول اللهﷺ ليحبّ التيمّن فى طهورِه إذا تطهّر، و فى ترجّله إذا ترجّل، و فى انتعاله إذا انتعل۔(۲)

''حضور ﷺ وضو کرتے وقت دائیں جانب سے وضو کرنا پسند فرماتے اور جب بالوں میں کنگھی فرماتے تو دائیں جانب سے (شروع) کرتے تھے اور پاپوش مبارک بھی دائیں جانب سے پہنتے تھے۔''

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من كان له شعرٌ فليكرمُه۔(۳)

''جس شخص نے بال رکھے ہوں اسے چاہیے کہ انہیں سنوار کر رکھے۔''

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں روایت بیان فرماتے ہیں:

---

(۱) ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۵۴، رقم: ۳۶

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱:۲۲۶، کتاب الطہارت، رقم: ۲۶۸
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲:۵۰۶، ابواب السفر، رقم: ۶۰۸
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۱۴۱، کتاب الطہارت وسننہا، رقم: ۴۰۱
۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱:۱۲۲، رقم: ۲۴۴
۵۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۱۸۹، رقم: ۵۹۹

(۳) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۶۷، کتاب الترجل، رقم: ۴۱۶۳
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸:۲۳۰، رقم: ۸۴۸۵
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۲۲۴، رقم: ۶۴۵۵

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

كان رسولُ الله إذا أخذ مضجعه مِن الليلِ ووضع له سواكه و طهوره و مشطه، فإذا أهبه الله مِن الليل استاک و توضأ و امتشط۔(۱)

’’نبی اکرم ﷺ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو آپ ﷺ کی مسواک، پانی اور کنگھی آپ ﷺ کے پاس رکھے جاتے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بیدار فرماتا تو آپ ﷺ مسواک فرماتے اور وضو کر کے کنگھی فرماتے۔

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور روایت میں ہے:

كان رسول الله ﷺ يكثر تسريح لحيته و رأسه بالماء۔(۲)

’’رسول اللہ ﷺ اکثر طور پر پانی کے ساتھ اپنے سرِ اقدس اور داڑھی مبارک کے بال تر فرما کر کنگھی فرماتے۔‘‘

۲۱۔ خوشبو استعمال کرنے کا معمول

حضور ﷺ کو خوشبو بے حد پسند تھی، آپ ﷺ کثرت سے خوشبو استعمال فرماتے۔ اگر خوشبو کا استعمال نہ بھی کرتے تب بھی جسمِ اطہر سے پیدا ہونے والی قدرتی خوشبو سے راستے تک مہک اُٹھتے اور جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ پہچان لیتے کہ حضور ﷺ اس راستے سے گزرے ہیں۔ حضور ﷺ کے جسمِ اطہر کی خوشبو کا مقابلہ کوئی دوسری خوشبو نہ کر سکتی تھی۔

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۷، رقم: ۱۱۶۸
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۳: ۹۰، رقم: ۵۲۸
۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۳: ۹۲، رقم: ۵۲۹

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا، ۶۰۷، رقم ۱۱۶۷
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۳: ۱۰۱، رقم: ۵۳۵
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۸۴

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كانت للنبی ﷺ سكةٌ يتطيّبُ منها۔(۱)

''حضور رحمتِ عالم ﷺ کے پاس سکہ (عطر دان یا مرکب خوشبو) تھا، جس میں سے آپ ﷺ خوشبو استعمال فرماتے تھے۔''

۲۔ پہلے بھی ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضور ﷺ کے جسمِ اطہر سے پھوٹنے والی خوشبو کا تعاقب کرتے کرتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ تک پہنچ جایا کرتے تھے۔ اس حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں:

كان رسول اللہ ﷺ إذا مرّ فی طريق من طرق المدينة و جد منه رائحة المسک، قالوا: مرّ رسولُ اللہ ﷺ فی هذا الطريق۔(۲)

''رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ کے راستوں میں سے کسی راستے سے گزرتے تو اُس راستے میں (آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کی) خوشبو پھیل جاتی اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) پکار اُٹھتے کہ حضور ﷺ کا گزر اس راستے سے ہوا ہے۔''

۳۔ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہدیہ میں بھیجی ہوئی خوشبو واپس نہیں کیا کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے:

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۱۷۸، کتاب الترجل، رقم: ۴۱۶۲
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۷۸، رقم: ۲۱۷
۳۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۷: ۲۲۹، رقم: ۲۶۶۹
۴۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۷۸
۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۴: ۲۷۹

(۲) ۱۔ ابو یعلی، المسند، ۵: ۴۳۳، رقم: ۳۱۲۵
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۸۲
۳۔ ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۲: ۲

أنّ النبی ﷺ کان لا یرّد الطیب۔(۱)

’’حضور ﷺ خوشبو (کا ہدیہ) رد نہ فرمایا کرتے تھے، (تو میں ایسا کیوں کروں؟)‘‘

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ثلٰث لا ترّد: الوسائد، و الدھن، واللبن۔(۲)

’’(تحفے میں دی گئی) تین چیزیں واپس نہ کی جائیں: تکیہ، تیل (خوشبو) اور دودھ۔‘‘

۵۔ محمد بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور دریافت کیا: اے اُم المومنین! کیا حضور ﷺ خوشبو استعمال فرماتےتھے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا:

نعم، بذکارۃ الطیب۔ قلتُ: و ما ذکارۃ الطیب؟ قالتْ: المسک و العنبر۔(۳)

’’ہاں آپ ﷺ ’ذکارۃ الطیب‘ لگاتے تھے۔ میں نے کہا: ’ذکارۃ الطیب‘ کیا چیز

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح ۵: ۱۰۸، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۸۹
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ ۱: ۱۷۸، رقم: ۲۱۸
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۹۹
۴۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۷۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۱۰۸، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۹۰
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۷۹، رقم: ۲۱۹
۳۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۷۷

(۳) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۹۹
۲۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۵۰، کتاب الزینہ، رقم: ۵۱۱۶
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۲۷، رقم: ۹۴۰۷

ہے؟ اُنہوں نے جواباً فرمایا: مشک و عنبر۔‘‘

۲۲۔ آئینہ دیکھنے کا معمول

حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب آئینہ دیکھتے تو اپنے پروردگار کا شکر بجالاتے۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب آئینہ دیکھتے تو دعا فرماتے:

اللّٰهم كَمَا حَسَّنتَ خَلقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي۔(۱)

’’اے اللہ! جس طرح تو نے میری تخلیق کو حسین کیا ہے ایسے ہی میرے خُلق کو بھی حسین بنا دے۔‘‘

۲۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان رسولُ الله إذا نظر في المرآةِ، قال: الحمد للهِ الذی حسن خلقي و خلقي، و زان مني ما شان من غيری۔(۲)

’’رسولِ اکرم ﷺ جب آئینہ میں اپنا چہرۂ اقدس دیکھتے تو فرماتے: اس اللہ رب

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۷۷

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ و آدابہ، ۳: ۸۸، رقم: ۵۲۷

۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۸، رقم: ۱۱۷۳

۴۔ ابن سنی، عمل الیوم واللیلہ: ۵۷، رقم: ۱۶۰

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۴: ۱۱۱، رقم: ۴۴۵۹

۲۔ ابو یعلی، المسند، ۴: ۴۷۸، رقم: ۲۶۱۱

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۳۱۴، رقم: ۱۰۷۲۶

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۱۷۰

۵۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ و آدابہ، ۳: ۹۵، رقم: ۵۳۱

۶۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۸، رقم: ۱۱۷۱

العزت کے لئے حمد و ثنا ہے جس نے میری تخلیق کو حسن و جمال سے آراستہ فرمایا اور میرے اَخلاق کو تہذیب و تربیت سے زینت بخشی اور مجھ میں ایسے اُمور پیدا فرمائے جو موجبِ زینت و زیبائش ہیں جبکہ دوسروں میں موجبِ عیب اُمور پیدا فرمائے۔‘‘

۳۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے:

كنتُ أزود رسولَ الله ﷺ في غزاة له، أزوده دهناً، و مشطاً، و المِرآة، و مقصين، و مكحلةً، و سواكاً۔(۱)

’’میں رسول اللہ ﷺ کے لئے غزوات کے موقع پر سامانِ سفر تیار کرتی تھی اور آپ ﷺ کے لئے تیل، کنگھی، آئینہ، قینچی، سرمہ دانی اور مسواک مہیا کرتی تھی۔‘‘

۲۳۔ انگوٹھی پہننے کا معمول

حضور ختمیٔ مرتبت ﷺ جو انگوٹھی پہنتے اس پر ’محمد رسول اللہ‘ کا نقش کندہ تھا۔ آپ ﷺ یہ انگوٹھی دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنتے تھے۔ آپ ﷺ اس منقش انگوٹھی کو اپنی مہر کے طور پر بھی استعمال میں لاتے تھے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أنّ نبی الله ﷺ كان أراد أن يكتبَ إلى العجمِ، فقيل له: إنّ العجم لا يقبلون إلا كتابًا عليه خاتم، فاصطنع خاتماً من فضة، قال: كأني أنظر إلى بياضه في يده۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے جب امرائے عجم کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو عرض کیا

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ وآدابہ، ۳: ۹۳، رقم: ۵۳۰

۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۹، رقم: ۱۱۷۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۷، کتاب اللباس والزینۃ، رقم: ۲۰۹۲

←

گیا: یا رسول اللہ! امرائے عجم وہ خطوط قبول نہیں کرتے جن پر مہر نہ لگی ہو۔ پس اُس موقع پر حضور ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں (چشم تصور سے) اب بھی اس کی سفیدی حضور ﷺ کے مبارک ہاتھ میں جھلکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔‘‘

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے:

فاتخذ النبی ﷺ خاتماً مِن فضةٍ، نقشُه ’’محمدٌ رسولُ اللّٰه‘‘ فکأنی ببصیص الخاتم فی أصبع النبی ﷺ أو فی کفه۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر ’محمد رسول اللّٰه‘ نقش کرایا۔ (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے یوں لگتا ہے) گویا میں اب بھی اس کی چمک دمک دیکھ رہا ہوں۔‘‘

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی مروی ہے:

کان نقشُ الخاتمِ ثلاثة أسطرٍ، محمد سطرٌ، و رسول سطرٌ، و اللّٰه سطرٌ۔(۲)

.... ۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۹، ابواب الاستئذان، رقم: ۲۷۱۸

۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۴: ۲۷۵، رقم: ۶۷۴۳

۴۔ ابویعلی، المسند، ۵: ۳۶۴، رقم: ۳۰۰۹

۵۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۱۴۶، رقم: ۹۲۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۰۴، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۳۴

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۷، کتاب اللباس والزینہ، رقم: ۲۰۹۲

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۷۵

۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۳۱، کتاب الخمس، رقم: ۲۹۳۹ ←

’’نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی مبارک کا نقش تین سطروں میں تھا: **محمد** (نچلی) سطر، **رسول** (درمیانی) سطر اور **الله** (اُوپر والی) سطر میں کندہ تھا۔‘‘

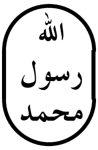

۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں:

أنّ النبی ﷺ کان یتختّم فی یمینه۔(۱)

’’نبی آخر الزماں ﷺ اپنے داہنے ہاتھ مبارک میں انگوٹھی پہنتے تھے۔‘‘

آپ ﷺ کا زیادہ تر معمول یہی رہا لیکن بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی روایت بھی ملتی ہے:

۵۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ان النبی ﷺ کان یتختم فی یساره و کان فصه فی باطن کفه۔(۲)

.... ۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۴: ۲۶۱، رقم: ۱۴۱۴

۳۔ طحاوی، شرح معانی الاثار، ۴: ۲۶۴

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۴۹، رقم: ۲۴۳۸

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۵

۶۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۵۹

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۹۲، رقم: ۹۸

۲۔ ابو یعلی، المسند، ۵: ۴۲۷، رقم: ۳۱۱۹

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۳۰۵، رقم: ۱۱۸۱۵

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۹۱، رقم: ۴۲۲۶

←

''حضور ﷺ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اس کا نگینہ آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک کی طرف ہوتا تھا۔

۶۔ حضرت انس ﷛ روایت کرتے ہیں:

كان خاتمه مِن فضةٍ و كان فصه منه۔(۱)

''حضور ﷺ کی انگوٹھی مبارکہ چاندی کی تھی، اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔''

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إتخذ رسول الله ﷺ خاتما من ورق، و كان في يدهِ، ثم كان بعد في يد أبي بكر، ثم كان بعد في يدِ عمر، ثم كان في يدِ عثمان، حتى وقع بعد في بئرِ أريس۔(۲)

.... ۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۱۹۶، رقم: ۴۲۲۷

۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۲۰۲، رقم: ۶۳۶۲

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۰۳، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۳۲

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۲۷، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۴۰

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۸۸، کتاب الخاتم، رقم: ۴۲۱۷

۴۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۷۳، کتاب الزینہ، رقم: ۵۱۹۸

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۶۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۰۴، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۳۵

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۶، کتاب اللباس والزینہ، رقم: ۲۰۹۱

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۸۸، کتاب الخاتم، رقم: ۴۲۱۸

۴۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۹۵، کتاب الزینہ، رقم: ۵۲۹۳

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۴۲، رقم: ۷۳۵۵

۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۲، ۴۷۳

۷۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۵۱

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، جو آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں تھی اور وصال شریف کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں آ گئی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں اور بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، یہاں تک کہ اریس والے کنویں میں گر گئی‘‘۔

۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أنّ رسول اللہ ﷺ لبس خاتم فضةً في يمينه، فيه فص حبشي، كان يجعل فصه مما يلي كفه۔(۱)

’’بے شک نبیٔ اکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی پہنی۔ اُس میں نگینہ حبشہ (ایتھوپیا) کے پتھر کا تھا اور آپ ﷺ اس کا نگینہ مبارک ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔‘‘

حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے انگوٹھی کا وزن مثقال سے کم ہی پسند فرمایا جبکہ چاندی کے علاوہ دیگر دھات مثلا لوہا، پیتل کی انگوٹھی کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا اور سونا چونکہ جنتی لوگوں کے لئے ہے اس لئے دنیا میں مردوں کے لئے اُسے بھی ناجائز قرار دیا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جاء رجل إلى النبي ﷺ و عليه خاتم من حديد، فقال ﷺ: ما لي

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۸، کتاب اللباس والزینۃ، رقم: ۲۰۹۴
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۵۰، رقم: ۹۵۱۴
۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۵: ۲۵۷، رقم: ۸۶۳۶
۴۔ ابو یعلی، المسند، ۶: ۲۴۲، رقم: ۳۵۳۶
۵۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۵: ۲۷۳، رقم: ۵۲۹۵
۶۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۵۱
۷۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۸

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

أریٰ علیک حلیة أهل النار؟ ثم جاءه و علیه خاتم من صُفُر، فقال: ما لی أجد منک ریح الأصنام؟ ثم أتاه و علیه خاتم من ذهب فقال: ارم عنک حلیة أهل الجنة. قال: من أیّ شئ اتخذه؟ قال: من ورقٍ و لا تتمه مثقالاً۔(۱)

’’ایک شخص نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تمہیں اہل جہنم کا لباس پہنے ہوئے دیکھتا ہوں؟ پھر وہ دوبارہ آیا تو اس نے پیتل کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے مجھے تم سے بتوں کی بو آتی ہے؟ پھر تیسری مرتبہ حاضر ہوا تو سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا: اپنے ہاتھ سے جنتیوں کا زیور اُتار پھینکو۔ اس شخص نے عرض کیا: (یا رسول اللہ) کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا: چاندی کی اور اسے بھی مثقال بھر سے کم رکھو۔‘‘

مردوں پر سونا حرام ہونے سے قبل حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے لئے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ ﷺ اسے اپنے داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے، آپ ﷺ کے اتباع میں صحابہ کرام ﷢ نے بھی اسی طرح انگوٹھیاں بنوائیں، بعد ازاں آپ ﷺ نے قسم اٹھائی کہ میں آئندہ کبھی بھی سونے کی انگوٹھی نہیں پہنوں گا، صحابہ کرام ﷢ نے بھی بعد میں اتباعِ رسول ﷺ میں سونے کی انگوٹھیاں اتار پھینکیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر ﷠ سے مروی بخاری شریف کی حدیث مبارکہ کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں جبکہ دیگر کتبِ حدیث کی روایت میں الفاظ کی کمی بیشی ہے:

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۴۸، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۸۵

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۹۰، کتاب الخاتم، رقم: ۴۲۲۳

۳۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۷۲، رقم: ۵۱۹۵

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۲۹۹، ۳۰۰، رقم: ۵۴۸۸

۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۹۹، رقم: ۶۳۵۰

وہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يلبس خاتما من ذهب، فنبذه، فقال: لا ألبسه أبداً، فنبذ الناس خوا تيمهم۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے، پھر پھینک دی اور فرمایا کہ اسے میں اب کبھی نہیں پہنوں گا، تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔‘‘

یہی وہ انگوٹھی ہے جو آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ مبارک میں پہنی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب تھا۔

انگوٹھی مبارک کو دائیں اور بائیں ہاتھ میں پہننے کی روایات کی تطبیق کرنے کے باب میں امام صالحی نے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:

يجمع بين الأحاديث بأنّ الذى لبسه فى يمينهِ هو خاتم الذهبِ كما صرّح به فى حديثِ ابن عمر، والذى لبسه فى يساره هو خاتم الفضةِ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۰۳، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۲۹

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۵، کتاب اللباس والزینۃ، رقم: ۲۰۹۱

۳۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۷۸، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۲۱۴

۴۔ مالک، الموطا، ۲: ۹۳۶، رقم: ۱۶۷۵

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۷۲

۶۔ ابوعوانہ، المسند، ۵: ۲۵۳، رقم: ۸۶۱۴

۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۴۲، رقم: ۷۳۵۳

۸۔ ابو یعلی، المسند، ۱۰، ۲۰۴، ۲۰۵، رقم: ۵۸۳۵

۹۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۲۶۲

۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۰

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۶

’’انگوٹھی مبارک کے دائیں اور بائیں ہاتھ میں پہنے جانے والی احادیثوں کو جمع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو انگوٹھی آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ میں پہنی وہ سونے کی تھی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے واضح ہے اور جو انگوٹھی آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ میں پہنی وہ چاندی کی تھی۔‘‘

اس حوالے سے امام صالحی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول بھی نقل کیا ہے:

و یظهر لی أنّ ذالک یختلف بإختلافِ الفعلِ، فإن کان اللبس للتزیین فالیمین أفضل، و إن کان للختمِ فالیسارُ أولٰی۔(۱)

’’مجھ پر یہ بات آشکار ہوئی ہے کہ انگوٹھی کا دائیں یا بائیں ہاتھ میں پہننے میں اختلافِ روایات محض اختلافِ فعل کی وجہ ہے، یعنی اگر انگوٹھی پہننا زینت کیلئے ہو تو پھر دایاں ہاتھ بہتر ہے اور اگر مہر لگانے کی غرض سے ہو تو پھر بائیں ہاتھ میں بہتر ہے۔‘‘

۲۴۔ چشمانِ مقدسہ میں سرمہ ڈالنے کا معمول

ہادیٔ برحق ﷺ آنکھوں میں ’اِثمِد‘ سرمہ ڈالنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ آنکھوں میں سرمہ ڈالا کرو کہ یہ آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتا ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی للہ عنہما سے روایت ہے:

کان النبی ﷺ یکتحل قبل أن ینام بالإثمِد ثلاثًا فی کل عین۔(۲)

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۲۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۶۴، رقم: ۵۱

۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۵۲، رقم: ۸۲۴۹

۳۔ حلبی، انسان العیون، ۳: ۴۴۹

’’حضور رحمتِ عالم ﷺ سونے سے قبل ہر آنکھ مبارک میں اِثمِد سرمہ کی تین تین سلائیاں لگایا کرتے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان لرسول الله ﷺ كحلٌ أسودُ، إذا أوى إلى فراشه اكتحل فى ذى العين ثلاثًا و فى ذى العين ثلاثًا۔(۱)

’’رسولِ اکرم ﷺ کے پاس سیاہ رنگ کا سرمہ ہوتا تھا، جب آپ ﷺ بستر مبارک پر تشریف لے جاتے تو آنکھوں میں سرمے کی تین تین سلائیاں ڈالتے۔‘‘

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كان لرسول الله مكحلةٌ، يكتحل بها عند النوم ثلاثًا فى كل عين۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس سرمہ دانی ہوتی تھی، جس سے آپ ﷺ سوتے وقت دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں ڈالتے تھے۔‘‘

۴۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضورا کے سرمہ لگانے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۴۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۴، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۵۷

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۴۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۴، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۵۷
۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۶۴، رقم: ۵۱
۴۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۳۲
۵۔ حلبی، انسان العیون، ۳: ۴۴۹

کان یکتحلُ فی الیمینِ اثنتین، و فی الیسری اثنتین، و واحدٌ بینهما۔(۱)

’’حضور ﷺ سرمہ کی دو سلائیاں دائیں آنکھ میں، دو بائیں آنکھ میں اور ایک (مشترکہ) دونوں میں ڈالتے تھے۔‘‘

۵۔ احادیثِ مبارکہ میں ایک سے زیادہ بار اِثمِد (اصفہانی سرمہ) آنکھوں میں لگانے کی ترغیب ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ا کا ارشادِ گرامی ہے:

۶۔ **علیکم بالإثمدِ عند النوم، فإنّه یجلو البصرَ، و ینبتُ الشعرَ۔(۲)**

’’سونے سے قبل ’’إثمِد‘‘ کا سرمہ ڈالا کرو، یہ آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتا اور بال اگاتا ہے۔‘‘

۷۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کا ارشادِ گرامی مروی ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

إکتحلوا بالإثمدِ، فإنّه یجلو البصر، وینبتُ الشعرَ۔(۳)

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۴۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۶۴، رقم: ۵۲

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۸۴، ۴۸۵

۳۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۴: ۲۸۱

۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۴۹

(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۴، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۵۷

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۶۳، رقم: ۵۰

۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۶، رقم: ۱۷۳۳

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۲۶۲، رقم: ۸۰۴۸

’’اِثمِد کا سرمہ ڈالا کرو، یہ آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔‘‘

۲۵۔ مسواک فرمانے کا معمول

حضور رحمتِ عالم ﷺ نظافت و نفاست کا پیکرِ اتم تھے۔ بدنِ اقدس کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھتے۔ مسواک دانت صاف رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے اس لئے مسواک کرنے میں مداومت اختیار فرمائی۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

أُمِرتُ بالسّواکِ حتی ظننتُ أو حسبتُ أن سینزل فیه قرآن۔(۱)

’’مجھے مسواک کرنے کا حکم اس قدر تاکید کے ساتھ دیا گیا کہ میں نے گمان کیا اس کے متعلق (مجھ پر) قرآنِ مجید کی سورت میں احکام نازل ہوں گے۔‘‘

۲۔ حضور ﷺ دانتوں کی صفائی کا کتنا خیال رکھا کرتے تھے، اس کا اندازہ درج ذیل حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسولُ اللهِ ﷺ إذا قام لیتهجد یشوص فاه بالسواک۔(۲)

’’نبیٔ اکرم ﷺ جب رات کو تہجد کے لئے اُٹھتے تو اپنا منہ مبارک مسواک سے

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۳۷
۲۔ ابو یعلی، المسند، ۴: ۲۱۸، رقم: ۲۳۳۰
۳۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹: ۴۹۵، رقم: ۴۸۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۲۲۰، کتاب الطہارۃ، رقم: ۲۵۵
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۸۲، ابواب التہجد، رقم: ۱۰۸۵
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۱: ۱۵، کتاب الطہارۃ، رقم: ۵۵
۴۔ نسائی، السنن، ۱: ۹، کتاب الطہارۃ، رقم: ۲
۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۱۰۵، کتاب الطہارۃ وسننہا، رقم: ۲۸۶
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۰۷

←

صاف فرماتے تھے۔‘‘

۳۔ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لو لا أن أشقّ علٰی أمتی، لأمرتُهم بالسوّاکِ مع کلِ صلوةٍ۔(۱)

’’اگر مجھے اپنی اُمت پر بوجھ کا احساس نہ ہوتا تو میں ان پر حکماً ہر نماز کے وقت مسواک کرنا فرض قرار دے دیتا۔‘‘

.... ۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۳۵۴، رقم: ۱۰۷۲

۸۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱: ۷۰، رقم: ۱۳۶

۹۔ دارمی، السنن، ۱: ۱۸۵، رقم: ۶۸۵

۱۰۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۱۹۳

۱۱۔ حمیدی، المسند، ۱: ۲۱۰، رقم: ۴۴۱

۱۲۔ طیالسی، المسند، ۱: ۵۵، رقم: ۴۰۹

۱۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱: ۱۵۵، رقم: ۱۷۸۳

۱۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۶: ۸۱، رقم: ۵۸۵۸

۱۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۳۸، رقم: ۱۶۲

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۰۳، کتاب الجمعہ، رقم: ۸۴۷

۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۲۲۰، کتاب الطہارۃ، رقم: ۲۵۲

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۱: ۳۴، ابواب الطہارۃ، رقم: ۲۲

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۱: ۱۲، کتاب الطہارۃ، رقم: ۴۷

۵۔ نسائی، السنن، ۱: ۱۲، کتاب الطہارۃ، رقم: ۷

۶۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۱۰۵، کتاب الطہارۃ، وسنتہا، رقم: ۲۸۷

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۳۵۱، رقم: ۱۰۶۸

۸۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۱۴، رقم: ۱۴۸۴

۹۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۱۶۳، رقم: ۴۷۴

۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۳۷، رقم: ۱۵۴

۲۶۔ عصا مبارک

حضور رحمتِ عالم ﷺ نے عصا بھی استعمال فرمایا۔ فتحِ مکہ کے وقت جب چشمِ فلک نے آپ ﷺ کے عفو و درگزر کا عظیم مظاہرہ دیکھا تو وہاں یہ منظر بھی دیکھنے میں آیا کہ اللہ کے آخری نبی ﷺ اپنا عصا لے کر خانہ کعبہ کو ۳۶۰ بتوں سے پاک کر رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أنَّ رسول اللهِ ﷺ لما دخل مكةَ وجد بها ثلا ثمائة وستين صنماً، فأشار بعصا إلى كل صنمٍ، وقال: ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ط إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً﴾ فسقط الصنم ولم يمسه۔(۱)

”رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے بیت اللہ شریف میں ۳۶۰ بت پائے، حضور ﷺ اپنے دستِ اقدس میں ایک عصا لئے ہوئے تھے، آپ ﷺ ایک ایک بت کی طرف اشارہ کرکے فرماتے جاتے: ”حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا، بے شک باطل نے زائل و نابود ہی ہو جانا ہے،“ اور وہ بت مس کئے بغیر (محض عصا کا اشارہ پا کر) زمیں بوس ہوتے جاتے تھے۔“

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

التوكؤ على العصا من أخلاقِ الأنبياءِ، كان لرسولِ اللهِ ﷺ عصا يتوكأ عليها ويأمر بالتوكؤ على العصا۔(۲)

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۴۵۲، رقم: ۶۵۲۲
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸: ۵۱، رقم: ۷۹۳۳
۳۔ ہیثمی، موارد الظمان، ۱: ۴۱۶، رقم: ۱۷۰۲
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴: ۳۰۲
۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۴۳۷

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۹۳، رقم: ۱۳۶۸
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۴: ۲۰، رقم: ۷۶۴
۳۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۳۸۳، رقم: ۱۰۲۵

’’عصا کو سہارا بنانا اور ٹیک لگانا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے، حضور ﷺ کے پاس بھی ایک عصا مبارک تھا، جس پر آپ ﷺ ٹیک لگاتے اور اپنے صحابہ کو بھی عصا رکھنے اور اس پر سہارا لینے کی تلقین فرماتے تھے۔‘‘

۲۷۔ حضور ﷺ کا دوا استعمال فرمانا

حضور ﷺ بنی نوع انسان کی روحانی اور جسمانی بیماریوں کے طبیبِ اعظم ہیں۔ کُتبِ احادیث و سیر میں طبِ نبوی پر مستقل ابواب قائم کئے گئے ہیں، جن میں طبیبِ اعظم حضور رحمتِ عالم ﷺ کے مختلف بیماریوں اور ان کے علاج معالجے کے لئے دواؤں کے متعلق فرمودات درج ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے کہ ہر بیماری کی دوا موجود ہے۔ حیاتِ مقدسہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے خود بھی دوا استعمال فرمائی، علالت کی صورت میں علاج کے مختلف طریقے اور نسخے اختیار فرمائے۔ حضور ﷺ کے فرمودات کی روشنی میں حضور ﷺ کے تجویز کردہ طریقۂ علاج کو طبِ نبوی کا نام دیا گیا ہے۔ طبِ نبوی پیچیدہ طریقۂ علاج کی خرابیوں سے بالکل پاک، آسان اور انسانی نفسیات کے عین مطابق ہے۔ حضور ﷺ قدرتی اشیاء مثلاً جڑی بوٹیوں وغیرہ سے علاج فرمایا کرتے تھے۔ حفظانِ صحت کے جو اُصول آپ ﷺ نے اولادِ آدم کو عطا فرمائے جدید سائنسی تحقیقات نے ان کو صاد کیا ہے اور انہی کو اپنائے ہوئے ہے۔

۱۔ حضور ﷺ کی خادمہ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ماكان يكون برسول اللہ ﷺ قرحة ولا نكبة إلّا أمرني رسول اللہ ﷺ أن أضع عليها الحِنّاء۔(۱)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲:۲۶، ابواب الطب، رقم: ۲۰۵۴
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۱۵۸، کتاب الطب، رقم: ۳۵۰۲
۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸:۲۶۱، رقم: ۸۵۷۸
۴۔ ابن خیاط، الطبقات، ۱:۳۴۳
۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۵۰، رقم: ۴۳۰

''حضور ﷺ کو کوئی زخم آتا یا دانہ نکلتا تو آپ ﷺ مجھے اس پر مہندی لگانے کا حکم دیتے۔''

۲۔ حضور ﷺ نے دردِ سر یا کسی اور تکلیف کی پیشِ نظر سنگیاں بھی لگوائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أن رسول اللہ ﷺ احْتَجَمَ وَ هو مُحرِم فی رأسه من شقیقة کانت به۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ نے حالتِ احرام میں دردِ سر کے باعث سرِ اقدس میں سنگیاں (پچھنے) لگوائیں۔''(۲)

۳۔ حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قالت الأعراب: یا رسول اللہ! ألا نتداوی؟ قال: نعم، یا عباد اللہ،

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۱۵۶، کتاب الطب، رقم:۵۳۷۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۸۶۲، کتاب الحج، رقم: ۱۲۰۲
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۹:۲۶۶، رقم: ۳۹۵۰
۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۳: ۱۹۸، ابواب الحج، رقم: ۸۳۹
۵۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۱۶۷، کتاب المناسک، رقم: ۱۸۳۵
۶۔ نسائی، السنن، ۵: ۱۹۳، کتاب المناسک، رقم: ۲۸۴۵
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۷۲
۸۔ دارمی، السنن، ۲: ۵۷، رقم: ۱۸۱۹
۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۹، رقم: ۲۳۵۰۷
۱۰۔ ابویعلی، المسند، ۴: ۲۷۸، رقم: ۲۳۹۰
۱۱۔ ابن جوزی، الوفا:۶۶۲، رقم:۱۳۰۲

(۲) سنگیاں (پچھنے) ایک قسم کا چھوٹا آپریشن (minor surgery) ہے، اور پرانے وقتوں میں اِس کے ذریعے جسم کے اندر موجود خون کے فاسد مادّے خارج کئے جاتے تھے۔

تداووا، فإن الله لم يضع داء إلا وضع له شفاء۔(۱)

’’دیہاتیوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم علاج معالجہ نہ کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ اللہ کے بندو! دوا کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں کی جس کی شفا کسی علاج میں نہ رکھی ہو۔‘‘

۴۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے فرمایا:

ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء۔(۲)

’’اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری اُتاری اس کے لئے شفاء اُتاری۔‘‘

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث مبارکہ میں تاجدارِ کائنات

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۸۳، ابواب الطب، رقم: ۲۰۳۸
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳، کتاب الطب، رقم: ۳۸۵۵
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۳۷، کتاب الطب، رقم: ۳۴۳۶
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۴۲۶، رقم: ۶۰۶۱
۵۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۲۲۰، رقم: ۷۴۳۰
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۷۸
۷۔ حمیدی، المسند، ۲: ۳۶۳، رقم: ۸۲۴
۸۔ طیالسی، المسند، ۱: ۱۷۱، رقم: ۱۲۳۲
۹۔ طحاوی، شرح معانی الاثار، ۴: ۳۲۳
۱۰۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۱۸۳، رقم: ۴۷۸
۱۱۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۱۰۹، رقم: ۲۹۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۵۱، کتاب الطب، رقم: ۵۳۵۴
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۳۸، کتاب الطب، رقم: ۳۴۳۹
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۱، رقم: ۲۳۴۱۶
۴۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، ۹: ۳۴۳
۵۔ کنانی، مصباح الزجاجہ، ۴: ۵۰، رقم: ۱۱۹۸

ﷺ نے کلونجی کے استعمال کی طبی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عليكم بهذه الحبة السوداء، فإن فيها شفاءٌ من كلِّ داءٍ إلا السّام والسّام الموت۔(۱)

’’اس سیاہ دانے (کلونجی) کو لازماً استعمال کرو۔ اس میں موت کے علاوہ ہر بیماری سے شفا ہے۔‘‘

حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے جن میسر اشیاء سے علاج فرمایا ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ شہد

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو فرماتے سنا:

إن كان في شئ من أدويتكم خير، ففي شرطة محجم، أو شربة عسل۔(۲)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۸۵، ابواب الطب، رقم: ۲۰۴۱
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۴۱، کتاب الطب، رقم: ۳۴۴۸
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۳۷۳، رقم: ۷۵۷۸
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۴۱
۵۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۵: ۲۶۹، رقم: ۵۲۸۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۵۲، کتاب الطب، رقم: ۵۳۵۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۳۰، کتاب السلام، رقم: ۲۲۰۵
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۳۷۸، رقم: ۷۶۰۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۴۳
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۵۹، رقم: ۲۳۶۸۵
۶۔ ابویعلی، المسند، ۴: ۷۷، رقم: ۲۱۰۰

←

’’تمہاری دواؤں (اور علاج معالجہ) میں سے کسی چیز میں بھلائی کا اگر کوئی عنصر موجود ہے تو وہ پچھنے لگانے اور شہد لینے میں ہے۔‘‘

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

جاء رجل إلی النبی ﷺ، فقال: إن أخی استطلق بطنه، فقال رسول اللہ ﷺ اسقه عسلا، فسقاه، ثم جاءه: فقال: إنی سقیته عسلاً فلم یزده إلا استطلاقا۔ فقال له: ثلث مرات، ثم جاء الرابعة فقال: اسقه عسلا، فقال: لقد سقیته فلم یزده إلا إستطلاقا۔ فقال رسول اللہ ﷺ: صدق اللہ و کذب بطن أخیک، فسقاہ فبرأ۔(۱)

’’ایک آدمی حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس کے بھائی کو اسہال ہو رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ وہ پھر آ کر کہنے لگا کہ شہد پینے سے اسہال میں اضافہ ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شہد پلاؤ۔ تین بار فرمایا، چوتھی مرتبہ آیا تو پھر ارشاد ہوا کہ اسے شہد پلاؤ۔ بولا: شہد پلا چکا مگر تکلیف بڑھتی جا رہی ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹ کہتا ہے اس نے پھر شہد پلایا تو

.... ۷۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۳۲۲

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷: ۲۸۸، رقم: ۷۹۶

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۴۱

۱۰۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۶۰، رقم: ۱۱۶۴

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۳۶، کتاب السلام، رقم: ۲۲۱۷

۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۵۲، کتاب الطب، رقم: ۵۳۶۰

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴، ۴۰۹، ابواب الطب، رقم: ۲۰۸۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۹۲

۵۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۴۵، رقم: ۸۲۲۱

مریض تندرست ہو گیا۔‘‘

۲۔ زیتون

ذات الجنب کے علاج کیلئے حضور ﷺ نے زیتون کا تیل بطور دوا استعمال کرنے کی ہدایت فرمائی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ان النبی ﷺ کان ینعت الزیت والورس من ذات الجنب۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ ذات الجنب (پسلیوں میں درد) کے علاج میں ورس اور زیتون کے تیل کی افادیت کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔‘‘

۳۔ کھجور

حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے کھجور کو بطور پھل پسند فرمایا جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ نے اسے دوا کے طور پر بھی استعمال فرمایا کھجور کی بہت سی قسمیں ہیں ان میں سے سیاہی مائل کھجور عجوہ کو بطور خاص آپ ﷺ نے بہت سے امراض کا علاج بتایا۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

انّ رسول اللہ ﷺ قال: إنّ فی عجوۃ العالیۃ شفاء أو انھا تریاق

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۴۰۷، ابواب الطب، رقم: ۲۰۷۸
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۴۸، کتاب الطب، رقم: ۳۴۶۷
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۳۷۵، رقم: ۷۵۸۸
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۷۲
۵۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۵۰، رقم: ۸۲۴۰
۶۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۸۲، رقم ۲۵۶۰
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۴۶

أول البکرۃ۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس عظیم کھجور عجوہ میں ہر بیماری کی شفاء موجود ہے اور اگر اسے نہار منہ کھایا جائے تو یہ زہر کا تریاق ہے۔‘‘

۲۔ حضرت عامر بن سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں:

سمعت سعدا یقول: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من تصبح بسبع تمرات، عجوۃ، لم یضرہ ذالک الیوم سم ولا سحر۔(۲)

’’میں نے سعد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: جس

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۱۹، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۴۸
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۳۶۹، رقم: ۷۵۵۹
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۵۲
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۷، رقم: ۲۳۴۸۰
۵۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۲: ۵۳۴، رقم: ۱۱۱۷

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۱۸، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۴۷
۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۰۷۵، کتاب الأطعمہ، رقم: ۵۱۳۰
۳۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۸، کتاب الطب، رقم: ۳۸۷۶
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۶۵، رقم: ۶۷۱۳
۵۔ حمیدی، المسند، ۱: ۳۸، رقم: ۷۰
۶۔ ابو یعلی، المسند، ۲: ۱۲۰، رقم: ۷۸۷
۷۔ ابو عوانہ، المسند، ۵: ۱۹۰، رقم: ۸۳۴۳
۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۶، رقم: ۲۳۴۷۷
۹۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۴۰، رقم: ۳۱
۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۴۵، رقم:
۱۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۴۱

نے صبح اُٹھتے ہی عجوہ کھجور کے سات دانے کھا لئے اس دن اسے جادو اور زہر (بھی) نقصان نہ دے سکیں گے۔‘‘

۴۔ مہندی

حضرت اُم رافع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان لا يصيب النبى ﷺ قرحة و لا شوكة إلّا وَضِعَ عليها الحناء۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ کو جب بھی کوئی زخم لگتا یا کانٹا چبھتا اس پر مہندی لگاتے۔‘‘

اسی طرح دوسری روایت ہے:

ما كان احد يشتكى إلى رسول الله ﷺ وجعا فى رأسه إلا قال: احتجم، ولا وجعا فى رجليه إلا قال اخضبهما۔(۲)

’’رسول اللہ ﷺ کے پاس جب بھی کوئی سر درد کی شکایت لے کر آیا تو آپ ﷺ نے اسے پچھنے لگوانے کی ہدایت فرمائی اور جس نے پاؤں میں درد کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اسے مہندی لگانے کا مشورہ دیا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۵۸، کتاب الطب، رقم: ۳۵۰۲
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴: ۲۹۸، رقم: ۷۵۶
۳۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۷: ۷۰۹، رقم: ۱۱۳۲۵

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۴، کتاب الطب، رقم: ۳۸۵۸
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۶۲
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۵۱، رقم: ۸۲۴۶
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۳۹
۵۔ ابن خیاط، الطبقات، ۱: ۳۳۲

۵۔ سنا مکی

حضرت عبداللہ بن ام حرام بیان کرتے ہیں:

سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: علیکم بالسنی والسنُّوت، فان فیھا شفاء من کل داء إلا السام۔ قیل: یا رسول اللہ! و ما السام؟ قال: الموت۔(۱)

’’میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ سنا اور سنوت کو ضرور اپناؤ کیونکہ تمہارے لئے ان میں ہر بیماری سے شفاء ہے سوائے سام کے، حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ سام کیا ہے؟ فرمایا: موت۔‘‘

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۴۴، کتاب الطب، رقم: ۳۴۵۷
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۲۲۴، رقم: ۷۴۴۲
۳۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۱: ۳۱، رقم: ۱۴
۴۔ دیلمی، الفردوس، ۳: ۲۶، رقم: ۴۰۵۳
۵۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۴: ۱۵۹۲، رقم: ۲۸۳۰

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com